

## قرآن اور چہرہ منافق

سید احمد خاتمی

مترجم / مصحح : سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی

ناشر : مجمع جهانی اہل بیت (ع)

مقدمہ  
فصل اول؛ نفاق کی اجمالی شناخت  
فصل دوم؛ منافقین کی سیاسی خصائص  
فصل سوم؛ منافقین کی نفسیاتی خصائص  
فصل چہارم؛ منافقین کی ثقافتی (کلچرل) خصائص  
فصل پنجم؛ منافقین کی اجتماعی و معاشرتی خصائص  
فصل ششم؛ منافقین سے مقابلہ کرنے کی راہ و روش

## مقدمہ

### حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتی ہے حتیٰ ننہے ننہے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے ہیں غنچہ و کلیاں رنگ و نکھار پیدا کر لیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پر نور ہوجاتے ہیں۔

چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ و مؤسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی ایک دنیا کو چشمہ حق و حقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل، فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقاء بشریت کی ضرورت تھا۔

اس لئے تیئیس برس کے مختصر سے عرصے میں ہی اسلام کی عالم تاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمران ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی اقدار کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام صرف جو دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذاہب عقل و آگاہی سے رو برو ہونے

کي توانائي کھو دیتے ہیں بھي وجہ ہے ايک چوتھائي صدي سے بھي کم مدت ميں اسلام نے تمام ادبان و مذاھب اور تھذيب و روايات پر غلبہ حاصل کرليا۔

اگر چہ رسول اسلام صلي الله عليه وآله وسلم کي یہ گراں بہا ميراث کو جس کي اھليت عليهم السلام اور ان کے پيروؤں نے خود کو طوفاني خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسباني کي ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرندان اسلام کي بے توجھي اور ناقدري کے سبب ايک طويل عرصے کے لئے تنگنائيوں کا شکار ہوکر اپني عمومي افاديت کو عام کرنے سے محروم کردي گئي تھی، پھر بھي حکومت و سياست کے عتاب کي پروا کئے بغير مکتب اھل بيت عليهم السلام نے اپنا چشمہ فيض جاري رکھا، چودہ سال کے عرصہ ميں بہت سے ایسے جليل القدر علماء اور دانشور دنيائے اسلام کو پيش کئے جنھوں نے بيروني افکار و نظريات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکري و نظري موجوں کي زد پر اپني حق آگين تحريروں اور تقريروں سے مکتب اسلام کي پشت پناھي کي ہے ہر دور اور زمانہ ميں ہر قسم کے شکوک و شبھات کا ازالہ کیا ہے۔

خاص طور پر عصر حاضر ميں اسلامي انقلاب کي کاميابي کے بعد ساري دنيا کي نگاہیں ايک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اھل بيت عليهم السلام کي طرف اٹھي اور گڑھي ہوئي ہیں، دشمنان اسلام اس فکري و معنوي قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذھبي اور ثقافتي موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامياب و کامران زندگي حاصل کرنے کے لئے بے چين و بيتاب ہیں۔

یہ زمانہ علمي و فکري مقابلہ کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھي تبليغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طريقوں سے فائدہ اٹھا کر انساني عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظريات دنيا تک پہنچائے گا وہ اس ميدان ميں آگے نکل جائے گا۔

مجمع جھاني اھل بيت عليهم السلام (عالمي اھل بيت کونسل) نے بھي مسلمانوں خاص طور پر اھل بيت عليهم السلام عصمت و طھارت کے پيروؤں کے درميان ہم فکري و یکجھتي کو فروغ دينا وقت کي ايک اھم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ ميں قدم اٹھايا ہے کہ اس نوراني تحريک ميں بہتر انداز سے اپنا فريضہ ادا کریں۔

موجودہ دنيا بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کي پياسي ہے، زيادہ سے زيادہ عشق و معنويت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولايت سے سيراب ہوسکے۔

ھمیں يقين ہے، عقل و خرد پر استوار ماھرانہ انداز ميں اگر اھل بيت عصمت و طھارت کي ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بيداري کے علم بردار خاندان نبوت و رسالت کي جاوداں ميراث، اپنے صحيح خدو خال ميں دنيا تک پہنچادي جائے تو اخلاق و انسانيت کي دشمن، انانيت کي شکار، سامرا جي خونخواروں کي نام نہاد تھذيب و ثقافت اور عصر حاضر کي ترقي يافتہ جھالت سے تھکي ماندي آدميت کو، امن و نجات کي دعوتوں کے ذريعہ امام عصر (عج) کي عالمي حکومت کے استقبال کے لئے تيار کیا جاسکتا ہے۔

ھم اس راہ ميں تمام علمي و تحقيقي کوششوں کے لئے محققين و مصنفين کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفين و مترجمين کا ادنیٰ خدمت گار تصور کرتے ہیں۔

زیر نظر کتاب، مکتب اھل بيت عليهم السلام کي ترویج و اشاعت اسي سلسلے کي ايک کڑھي ہے فاضل علام حجة الاسلام و المسلمین "سيد احمد خاتمی" کي

گراں قدر کتاب قرآن اور چہرہ نفاق کو فاضل جلیل مولانا "سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی" نے اردو زبان میں اپنے سے قلم آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار اور مزید توفیقات کے آرزو مند ہیں۔

اس منزل میں ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔ والسلام مع الکرام

مدیر امور ثقافت: مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

## عرض مترجم

((ن و القلم و ما یسطرون))

ابراہیم زمن، شہنشاہیت شکن، حضرت امام خمینی (رح) کی قیادت و رہبری میں رونما ہونے والا عظیم اسلامی انقلاب جس نے افکار شرق اور سیاست غرب کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا، جس نے عالم اسلام کو نئی حیات و وقار عطا کیا، اس انقلاب کی کامیابی کے بعد، اسلامی تہذیب و تمدن، فرہنگ و ثقافت، افکار و اخلاق کو اہل جہاں تک پہنچانے کے لئے، جہاں اور اہم اسلامی ادارے وجود میں آئے، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی صفحہ ہستی پر قدم رکھا اس عالمی ادارہ کے بلند اغراض و مقاصد میں سے ایک، معارف اہل بیت علیہم السلام کے تشنگان کو سیراب کرنا ہے، اس مقدس ہدف و مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دنیا کی ہزاروں رائج زبانوں میں اہل بیت اطہار علیہم السلام کے افکار و اخلاق، افعال و گفتار، رفتار و کردار کو تحریری شکل میں پیش کیا جاتا ہے اسی رائج زبانوں میں ایک اردو بھی ہے، اس عالمی ادارے کی طرف سے اردو زبان میں اب تک قابل توجہ اعداد میں کتب شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

آپ کے پیش نظر کتاب "قرآن اور چہرہ نفاق" فارسی کتاب "سیماي نفاق در قرآن" کا اردو ترجمہ ہے، حقیر نے تمام ہمت کے ساتھ کوشش کی ہے کہ مطلب و مفہوم کتاب کو سادے، آسان، عام فہم الفاظ میں پیش کرے، غیر مانوس اور ذہن گریز کلمات سے پرہیز کیا گیا ہے۔

یہ کتاب موضوع نفاق پر ایک جامع و کامل دستاویز ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ کتاب صاحبان ایمان کی خدمت میں خصوصی ہدیہ ہے اس لئے کہ ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اجر رسالت کی ادائگی نہ ہو، اجر رسالت اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک اہل بیت اطہار علیہم السلام سے محبت و مودت نہ کی جائے ان حضرات سے محبت و مودت نہیں ہو سکتی جب تک کہ ان کے دشمنوں کی شناخت کرتے ہوئے ان سے اور ان کے افعال و کردار سے نفرت نہ کی جائے، اور یہ ممکن ہی نہیں جب تک نفاق کی آشنائی کا حصول نہ ہو جائے، اس لئے کہ نفاق کی شناخت اہل بیت اطہار علیہم السلام کے دشمنوں کی شناخت ہے۔

اگر یہ نفاق نہ ہوتا تو امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کا حق غصب نہ کیا گیا ہوتا، ام ایہا فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے شکم و بازو پر جلتا ہوا دروازہ نہ گرایا گیا ہوتا، قرۃ عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے جنازے پر تیروں کی بارش نہ ہوتی اور کربلا کے میدان میں

"حسین منی و انا من الحسین" کا تن تنہا مصداق تین دن کا تشنہ لب شہید نہ کیا گیا ہوتا۔

اگر نفاق کے اقدامات نہ ہوتے تو آج کرہ ارض کی وضعیت و کیفیت کچھ اور ہوتی، جہانی و عالمی معاشرے کا رنگ و روپ کچھ اور ہی ہوتا، آج عالم اسلامی کی ذلت و پستی کی شناخت اور اعدا اسلام کی پیش قدمی اس نفاق کے عملی اقدام کا نتیجہ ہے۔

شناخت نفاق کا ما حصل اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں کی شناخت ہے اور ان کے دشمنوں کی شناخت تبرا کے قالب میں جزء فروع دین ہے، فروع دین کے اجزا کی بجا آوری تکمیل ایمان کا سبب ہے۔

لہذا استاد محترم حجۃ الاسلام و المسلمین سید احمد خاتمی دام ظلہ العالی کی کتاب "قرآن اور چہرہ نفاق"، ایمان کو جلا، فکر کو مستحکم، عمل کو قوی، دائرہ ایمان کو وسیع کرنے کے لئے معاون و مددگار ثابت ہوگی استاد معظم نے دقیق مطالب، شائستہ انداز، زمان و مکان سے تطابق کرتے ہوئے جامع و کامل کتاب تحریر فرمائی ہے۔

آپ آشیانہ آل محمد علیہم السلام، مرکز تشیع، بستان علم، گلشن فقاہت، حوزہ علمیہ قم جمہوری اسلامی ایران کے ستارہ فروزان ہیں آپ کو علوم اسلامی میں تبحر حاصل ہے، علم اصول و فقہ و تفسیر قرآن کے ہزاروں تربیت کردہ آپ کے شاگرد خدمات اسلام و قرآن انجام دے رہے ہیں۔

بہر حال بندہ کے لئے باعث افتخار ہے کہ ایسے عظیم المرتبت گراں قدر عالم و فاضل و جلیل کی کتاب کا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، معافی و مفاہیم کو منتقل کرنے میں کتنا کامیاب رہا ہوں وہ تو قارئین ہی بتا سکتے ہیں البتہ اس کتاب کو ادبی محک سے نہ پرکھا جائے کیوں کہ کسی ادیب کے ذریعہ ترجمہ شدہ نہیں، لہذا خطا و غلطی کو دامن عفو میں جگہ دیں گے۔

سید نوشاد علی نقوی خرم آبادی

حوزہ علمیہ قم المقدسہ

### مقدمہ مصنف

بصیرت و نظر، دینی معاشرے کے لئے بنیادی ترین معیار رشید و کمال ہے، دینی معاشرہ میں فضا سازی، طلاطم آفرینی، معرکہ آرائی، سخن اول نہیں ہوتے بلکہ سخن اول بصیرت و نظر ہے، دعوت حق کے لئے، بصیرت لازم ترین شرط ہے، اللہ کی طرف دعوت دہندگان کو چاہئے کہ خود کو اس صفت سے آراستہ کریں:

(قل هذه سبيلي ادعوا الي الله علي بصيرة انا و من اتبعني (۱))

آپ کہہ دیجئے یہی میرا راستہ ہے، میں بصیرت کے ساتھ خدا کی طرف دعوت دینا ہوں، اور میرے ساتھ میرا اتباع کرنے والا بھی ہے۔

بصیرت و دانائی کثیر الجہت و مختلف زوایا کی حامل ہے، خدا، نبی (ص) و امام علیہ السلام کی معرفت، قیامت کی شناخت اور وظائف سے آشنائی وغیرہ.....

دشمن کی معرفت و، اہم ترین زاویہ بصیرت پر مشتمل ہے، اس لئے کہ قرآن میں اکثر مقام پر خدا کی وحدانیت و عبودیت کی دعوت کے بعد یا اس کے قبل بلا فاصلہ، طاغوت سے انکار، طاغوت سے پرہیز، عبادت شیطان سے کنارہ کشی، کی گفتگو ہے، کبھی دشمن شناختہ شدہ ہے، علی الاعلان، دشمنی کے بیڑ کو اٹھائے ہوتا ہے، اس صورت میں گرجہ دشمن سے ٹکرانے میں بہت سی مشکلات و سختی کا سامنا ہے، لیکن فریب و اغوا کی صعوبتیں نہیں ہیں۔

لیکن کبھی دشمن ایسے لباس ایسے رسم و رواج میں ظہور پذیر ہوتا ہے، جسے سماج و معاشرہ، مقدس سمجھتا ہے، مخالفت دین کا پرچم اٹھائے نہیں ہوتا، بلکہ اپنی منافقانہ رفتار و گفتار کے ذریعہ خود کو دین کا طرف دار و مروج، دین کا پاسبان و نگہبان ظاہر کرتا ہے۔

اس حالت میں دشمن سے مبارزہ و مقابلہ کی سختی و مشکلات کے علاوہ دوسری مشکلات و صعوبتیں بھی عالم وجود میں آتی ہیں، جو اصل مقابلہ و مبارزہ سے کہیں زیادہ اور کئی برابر ہوتیں ہیں، اور وہ مشکلات عوام فریبی، اثر گذاری اپنے ہی فریق و دستہ پر ہوتی ہے۔ اسی بنا پر امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی ناکثین، قاسطین، مارقین سے حرب و جنگ، ان جنگوں کی بہ نسبت سخت ترین و مشکل ترین تھی جو پیامبر عظیم الشان نے بت پرستوں و مشرکوں سے کی تھی۔

اس لئے کہ مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مد مقابل وہ گروہ تھے جن کا نعرہ تھا بت زندہ باد، لیکن امام علی علیہ السلام کا ان افراد سے مقابلہ تھا جن کو بہت سے جہادوں میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب ہونے کا تمغہ حاصل تھا ۱ اور جانباز اسلام کہلاتے تھے ۷ ان افراد سے مقابلہ تھا جن کے درخشاں ماضی کو دیکھتے ہوئے پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعریف و تمجید کی تھی ۸

ان افراد سے مقابلہ تھا جن کی پیشانی پر کثرت عبادت و شب زندہ داری کی وجہ سے نشان پڑ گئے تھے ۹ ان افراد سے مقابلہ تھا جن کی رات گئے قرائت قرآن کی دلنشین آواز کا جادو کمیل جیسی عظیم ہستی پر بھی اثر انداز ہو گیا تھا ۱۰

حضرت علی علیہ السلام کا مقابلہ اس نوعیت کے دشمنوں سے تھا۔ ظاہر سی بات ہے ایسے دشمنوں سے معرکہ آرائی، ان کے حقیقی چہرے کی شناسائی علوی نگاہ و بصیرت کا کام ہے، جیسا کہ خود آپ نے نہج البلاغہ میں چند مقام پر اس کی تصریح بھی فرمائی ہے ۱۱

اہم ترین زاویہ بصیرت ایسے دشمنوں کی شناخت ہے جسے قرآن کریم منافق کے نام سے یاد کرتا ہے۔

قرآن کریم میں نفاق کے رخ کا تعارف کرانے کے سلسلے میں کفر سے کہیں زیادہ اہتمام کیا گیا ہے، اس لئے کہ اسلامی معاشرہ کے لئے خطرات و نقصان کافروں سے کہیں زیادہ منافقوں سے ہے۔

خاص کر آج کے اسلامی و انقلابی معاشرہ کے لئے جس نے بحمد اللہ سر بلندی کے ساتھ اسلامی انقلاب کی چھبیس ۲۶ بھاروں کا مشاہدہ کر چکا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ خدا کے فضل و کرم اور پیامبر عظیم الشان (ص) و اہل بیت اطہار علیہم السلام کی ارواح طیہہ کے تصدق میں تمام مشکلات و زحمت کو حل

کرتے ہوئے دینی حکومت و معاشرت کا ایک عالی ترین و کامیاب ترین نمونہ و معیار ثابت ہوگا۔

آج بیرونی دشمنوں کے ساتھ اندرونی دشمن (منافقین) تمام قدرت و طاقت کے ساتھ سعی لا حاصل میں مصروف ہیں، کہ اسلامی معاشرے کو باور اور یقین کرا دیں کہ دینی حکومت و نظام ناکام ہے، تاکہ پوری دنیا کے وہ افراد جو قلباً اس انقلاب سے وابستہ ہیں ان کو نا امید کرسکیں۔

اس سلسلہ میں اپنی تمام توانائی صرف کرچکے ہیں، جو کچھ قدرت و اختیار میں تھا انجام دے چکے ہیں، اگر اب تک کسی کام کو انجام نہیں دیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ انجام دینا نہ چاہتے ہوں بلکہ اس فعل کے عمل سے عاجز و ناتواں ہیں۔

عظیم الشان اسلامی انقلاب کی اوائل کامیابی سے ہی کفر کا متحد گروہ خالص محمدی (ص) اسلام کے مقابل صف آرائی میں مشغول ہے، اور اس گروہ کی عداوت ابھی تک جاری ہے۔

اس جماعت کا اسلامی انقلاب کے مقابلہ میں صف آرا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان میں اتحاد ہی اتحاد ہے، بلکہ یہ گروہ اختلاف و افتراق کا مرکز ہے لیکن ان کا مشترک هدف و مقصد اسلامی انقلاب سے مقابلہ کرنا ہے۔

احزاب کو اسلامی نظام سے ٹکرا دینا، بغیر درک و فہم کے قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنا، ایران کی مسلمان ملت پر جنگ مسلط کرنا، ان کے مشترک اہداف و مقاصد کے کچھ نمونہ ہیں۔

اسلامی انقلاب کے کینہ پرور دشمنوں کا آخری حربہ انقلاب کی اصالت و بنیاد پر ثقافتی یورش کرنا ہے لیکن اب تک جس طریقہ سے ان کی سازشیں ناکام ہوتی رہی ہیں، خدا کے فضل و کرم سے یہ سازش بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے گی۔

ان سازشوں کا ناکام بنانے کے سلسلہ میں اہم ترین وسیلہ، نفاق و منافقین کی روش و طرز عمل کی شناخت ہے، خوش قسمتی سے قرآن مجید اس سلسلہ میں عمیق، جامع، موزون مطالب و نکات کو پیش کر رہا ہے۔

خداوند عالم کے لطف و کرم سے امید کرتا ہوں کہ یہ ناچیز کتاب، اسلامی معاشرہ کے لیے دینی بصیرت و بینائی کے اضافہ کا سبب بنے گی، انشاء اللہ

(بشر المنافقین بانّ لهم عذاب الیمّ (۱۲) آپ ان منافقین کو درد ناک عذاب کی بشارت دے دیں۔

سید احمد خاتمی - حوزہ علمیہ، قم المقدسہ

---

۱. سورہ شوریٰ / ۲۳. (قل لا اسئلكم علیہ اجرّاً الا المودّة فی القربی)

۲. سورہ یوسف / ۱۰۸۔

۲. سورہ بقرہ / ۲۵۶۔

۳. سورہ نحل / ۳۶۔

۴. سورہ یس / ۶۰۔

۱. جناب زبیر کے قتل کے بعد ان کی شمشیر کو امام علی علیہ السلام کے پاس لایا گیا۔ امام نے فرمایا: "سیف طالما جلی الکرب عن وجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" یہ وہ شمشیر ہے جس نے رسول خدا کے چہرہ سے ہزاروں غم کو دور کئے۔ (مروج الذهب۔ ج ۲۔ ص ۳۶۱۔ سفینۃ البحار کلمہ زبیر۔)

۲. جناب طلحہ، اکثر معرکے خصوصاً احد و خندق میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب و ہم کار زار تھے جنگ احد میں سر پر ضرب لگنے سے شدید زخمی و مجروح بھی ہوئے تھے۔

۳. جنگ خندق کے وقت جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکوں کے حالات کی آگاہی کے لئے مجمع میں اس بات کا اعلان کیا، قریش میں سے کون ہے جو ان کی خبروں کو ہم تک پہنچائے جناب زبیر کھڑے ہوئے اور اپنی آمادگی کا اظہار کیا پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوال تین مرتبہ تکرار کیا اور تینوں مرتبہ جناب زبیر کھڑے ہوئے، آپ گئے اور مشرکوں کے حالات کی آگاہی پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی، آپ نے ان کی فدا کاری کو دیکھتے ہوئے فرمایا: ہر نبی کے لئے ناصر و مددگار ہیں اور میرے ناصر و مددگار زبیر ہیں (اسد الغابہ، ج ۲، ص ۲۵۰)۔

۴. امام علی علیہ السلام نے ابن عباس کو خوارج کی نصیحت کے لئے بھیجا آپ نے واپس آنے کے بعد خوارج کو ان الفاظ میں توصیف کی: "لہم جیاتہ قرحتہ لطول السجود و اید کثفناۃ الابل علیہم قمص مرخصۃ وہم مشمرون"، ان کی پیشانیوں پر کثرت عبادت سے گھٹے پڑے ہوئے ہیں حق کے لئے گرم و خشک زمین پر ہاتھ پیر رکھنے کی بنا پر اونٹ کے پیر کے مثل سخت ہو گئے ہیں، پھٹے پرانے کپڑے پہنتے ہیں لیکن قاطع و با ارادہ انسان ہیں۔

۱۰. بحار الانوار ج ۳۳ ص ۳۹۹، سفینۃ البحار کلمہ (کامل)۔

۱۱. نہج البلاغہ، خطبہ / ۱۰ / ۱۳۷ / ۹۳۔

۱۲. سورہ نساء / ۱۲۸۔

## فصل اول؛ نفاق کی اجمالی شناخت

۱. نفاق شناسی کی ضرورت

۲. نفاق کی لغوی و اصطلاحی معانی

۳۔ اسلام میں نفاق کے وجود آنے کی تاریخ

## نفاق شناسی کی ضرورت

### دشمن شناسی کی اہمیت

صاحبان ایمان کے وظائف میں سے ایک اہم وظیفہ خصوصاً اسلامی نظام و قانون میں دشمن کی شناخت و معرفت ہے۔

اس میں کوئی تردید نہیں کہ اسلامی نظام کو برقرار رکھنے اور اس کے استحکام، پائیداری کے لئے اندرونی (داخلی) و بیرونی (خارجی) دشمنوں نیز، ان کے حملہ ور وسائل کی شناخت لازم و ضروری ہے، دشمن اور ان کے مکر و فریب کو پہچانے بغیر مبارزہ کا کوئی فائدہ نہیں، بعض اوقات دشمن کے سلسلہ میں کافی بصیرت و ہوشیاری نہ ہونے کے سبب، انسان دشمن سے رہائی حاصل کرنے کے بجائے دشمن ہی کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہر اقدام سے پہلے بصیرت و ہوشیاری کو بنیادی شرط بتایا ہے، آپ فرماتے ہیں:

((العامل علی غیر بصیرۃ کالسائر علی غیر الطريق، لا یزیدہ سرعتہ السیر الا بعداً عن الطريق)) (۱۲)

بغیر بصیرت و آگاہی کے عمل کو انجام دینے والا ایسا ہی ہے جیسے راستہ کو بغیر پہچانے ہوئے چلنے والا، کہ اس صورت میں اصل ہدف و مقصد اور راہ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔

اسی ضرورت کی بنا پر قرآن میں پندرہ سو آیات سے زیادہ دشمن کی شناخت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں، خداوند عالم ان آیات میں، مومنین اور نظام اسلامی کے مختلف دشمنوں کی (جن و انس میں سے) نشاندہی کی ہے نیز ان کی دشمنی کے انواع و اقسام حربے اور ان سے مقابلہ کرنے کے طور و طریقہ کو بتایا ہے، اور اس بات کی مزید تاکید کی ہے کہ مسلمان ان سے دور رہیں اور برائت اختیار کریں:

(یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء) (۱۴)

اے صاحبان ایمان اپنے اور میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

آیات قرآن کی بنا پر مومنین کے دشمنوں کو بنیادی طور پر چار نوع و گروہ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

نوع اول: شیطان اور اس کے اہل کار

(انّ الشیطان لکم عدو فاتخذوه عدوا) (۱۵)

یقیناً شیطان تم سب کا دشمن ہے، تم بھی اسے دشمن بنائے رکھو۔

بعض قرآن کی آیات میں، خداوند عالم نے انسان خصوصاً مومنین کے سلسلہ میں شیطان کے آشکار کینے اور دشمنی کو عدو مبین (آشکار دشمن) سے تعبیر

کیا ہے، اللہ انسان کو منحرف کرنے والے شیطان کے مکر و فریب، حیلے کو شمار کرتے ہوئے، مومنین سے چاہتا ہے کہ وہ شیطان کے راستے پر نہ چلیں۔

(یا ایہا الذین آمنوا لا تتبعوا خطوات الشیطان (۱۶)

اے صاحبان ایمان شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔

**نوع دوم: کفار**

قرآن کی نظر میں مومنین کے دشمنوں میں ایک دشمن کفار ہیں۔

(انّ الکافرین کانوا لکم عدواً مبیناً (۱۷)

کفار تمہارے آشکار و عیاں دشمن ہیں۔

**نوع سوم: بعض اہل کتاب**

صاحبان ایمان و اسلام کے دشمنوں میں بعض اہل کتاب خصوصاً یہودی دشمن ہیں، شہادت قرآن کے مطابق، صدر اسلام سے اب تک اسلام و مسلمان کے کینہ توز، عناد پسند دشمن یہودی رہے ہیں، قرآن ان سے دوستانہ روابط برقرار کرنے کو منع کرتا ہے۔

(لتجدنّ اشدّ الناس عداوةً للذین آمنوا الیہود (۱۸)

یقیناً آپ مومنین کے سلسلہ میں شدید ترین دشمن یہود کو پائیں گے۔

**نوع چہارم: منافقین**

قرآن مجید نے منافقین کے اصلی خدو خال اور خصوصیت نیز ان کی خطرناک حرکتوں کو اجاگر کرنے کے سلسلہ میں بہت زیادہ اہتمام اور بندوبست کیا ہے، تین سو سے زیادہ آیات میں ان کے طرز عمل کو افشا کرتے ہوئے مقابلہ کرنے کی راہ اور طریقہ کو پیش کیا گیا ہے۔

یہ قرآنی آیتیں جو تیرہ سوروں کے ذیل میں بیان کی گئی ہیں بحث حاضر، قرآن میں چہرہ نفاق کا اصلی محور و موضوع ہیں۔

گرچہ اہل بیت اطہار علیہم السلام ارواحنا لہم الفداء کے زرین اقوال بھی روایات و احادیث کی شکل میں تناسب مباحث کے اعتبار سے پیش کئے جائیں گے۔

**قرآن میں نفاق و منافقین**

منافقین کی خصوصیت و صفات کی شناخت کے سلسلہ میں، قرآن اکثر مقام پر جو تاکید کر رہا ہے وہ تاکید کفار کے سلسلہ میں نظر نہیں آتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار علی الاعلان، مومنین کے مد مقابل ہیں، اور اپنی عداوت خصوصیت کا اعلانیہ اظہار بھی کرتے ہیں، لیکن منافقین وہ دشمن ہیں جو دوستی کا لباس پہن کر اپنی ہی صف میں مستقر ہوتے ہیں، اور اس طریقہ سے وہ شدید ترین نقصان اسلام اور مسلمین پر وارد کرتے ہیں، منافقین کا مخفیانہ و شاطرانہ طرز عمل ایک طرف، ظواہر کی آراستگی دوسری طرف، اس بات کا موجب بنتی ہے کہ

سب سے پہلے ان کی شناخت کے لئے خاص بینائی و بصیرت چاہئے، دوسرے ان کا خطرہ و خوف آشکار دشمن سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کن للعدو المكاتم اشدّ حذر منك للعدو المبارز" ۱۹

آشکار و ظاہر دشمن کی بہ نسبت باطن و مخفی دشمن سے بہت زیادہ ڈرو۔

آیت اللہ شہید مطہری، معاشرہ میں نفاق کے شدید خطرے نیز نفاق شناسی کی اہمیت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی نفاق کے خطرے اور نقصان جو کفر کے خطرے اور ضرر سے کہیں زیادہ شدید تر ہے، تردید کا شکار ہو، اس لئے کہ نفاق ایک قسم کا کفر ہی ہے، جو حجاب کے اندر ہے جب تک حجاب کی چلمن اٹھے اور اس کا مکروہ و زشت چہرہ عیاں ہو، تب تک نہ جانے کتنے لوگ دھوکے و فریب کے شکار اور گمراہ ہو چکے ہوں گے، کیوں مولائے کائنات امیر المومنین علی علیہ السلام کی پیش قدمی کی حالت، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرق رکھتی ہے، ہم شیعوں کے عقیدہ کے مطابق امیر المومنین علی علیہ السلام کا طریقہ کار، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہے، کیوں پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش قدمی اتنی سریع ہے کہ ایک کے بعد ایک دشمن شکست سے دوچار ہوتے جا رہے ہیں، لیکن جب مولائے کائنات امیر المومنین علی علیہ السلام دشمنوں کے مد مقابل آتے ہیں، تو بہت ہی فشار و مشکلات میں گرفتار ہوجاتے ہیں، ان کو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی پیش رفت حاصل نہیں ہوتی، صرف یہی نہیں بلکہ بعض مواقع پر آپ کو دشمنوں سے شکست کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسا کیوں ہے؟!

صرف اس لئے کہ پیامبر عظیم الشان کا مقابلہ کافروں سے تھا اور امیر المومنین علیہ السلام کا مقابلہ منافقین گروہ سے تھا۔ ۲۰

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۱ سے استفادہ ہوتا ہے کہ کبھی چہرہ نفاق اس قدر غاڑہ ایمان سے آراستہ ہوتا ہے کہ پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی عادی علم کے ذریعہ اس کی شناخت مشکل ہوجاتی ہے، اللہ ہے جو وحی کے وسیلہ سے اس جماعت کا تعارف کراتا ہے۔

(وممن حولکم من الاعراب منافقون و من اهل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم سنعدبہم مرتین یردون الی عذاب عظیم) ۲۱

اور تمہارے گرد دیہاتیوں میں بھی منافقین ہیں اور اہل مدینہ میں تو وہ بھی ہیں جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہو لیکن ہم خوب جانتے ہیں ہم عنقریب ان پر دھرا عذاب کریں گے اس کے بعد وہ عذاب عظیم کی طرف پلٹادئے جائیں گے۔

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام، اسلامی معاشرہ میں نفاق کے آفات و خطرات کا اظہار کرتے ہوئے نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

((ولقد قال لي رسول الله: اني لا اخاف علي امتي مومنا ولا مشركا اما المؤمن فيمنعه الله بايمانه و اما المشرك فيقمعه الله بشركه ولكني اخاف عليكم كل منافق الجنان، عالم اللسان يقول ما تعرفون و يفعل ما تنكرون)) (٢٢)

رسول اکرم حضرت محمد مصطفيٰ صلي الله عليه وآله وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے: میں اپنی امت کے سلسلہ میں نہ کسی مومن سے خوف زدہ ہوں اور نہ مشرک سے، مومن کو اللہ اس کے ایمان کی بنا پر برائی سے روک دے گا اور مشرک کو اس کے شرک کی بنا پر مغلوب کر دے گا، سارا خطرہ ان لوگوں سے ہے جو زبان کے عالم اور دل کے منافق ہیں کہتے وہی ہیں، جو تم سب پہچانتے ہو اور کرتے وہ ہیں جسے تم برا سمجھتے ہو۔

اسی نفاق کے خدو خال کی پیچیدگی کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام کی زمام داری کی پانچ سال کی مدت میں دشمنوں سے جنگ کی مشکلات کہیں زیادہ پیامبر اسلام صلي الله عليه وآله وسلم کی مشکلات و زحمت سے تھیں۔

پیامبر عظیم الشان ان افراد سے برسر پیکار تھے جن کا نعرہ تھا بت زندہ باد لیکن امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ان افراد سے مشغول مبارزہ و جنگ تھے جن کی پیشانیوں پر کثرت سجدہ کی بنا پر نشان پڑے ہوئے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام ان افراد سے جنگ و جدال کر رہے تھے جن کی رات گئے تلاوت قرآن کی صدا دلسوز حضرت کمیل جیسی فرد پر بھی اثر انداز ہوگئی تھی۔ ٢٣

آپ کا مقابلہ ایسے صاحبان اجتہاد سے تھا جو قرآن سے استنباط کرتے ہوئے آپ سے لڑ رہے تھے۔ ٢٤

وہ افراد جو راہ خدا میں معرکہ و جہاد کے اعتبار سے درخشاں ماضی رکھتے تھے یہاں تک کہ بعض کو تمغہ جانبازی و فدا کاری بھی حاصل تھا، لیکن دنیا پرستی نے ان صاحبان صفات و کردار کو حق کے مقابل لاکھڑا کیا۔

پیامبر اکرم صلي الله عليه وآله وسلم نے زبیر کو (سابقہ، فداکاری و معرکہ آرائی دیکھتے ہوئے) سیف الاسلام کے لقب سے نوازا تھا اور طلحہ جنگ احد کے جانباز و دلیر تھے، ایسے رونما ہونے والے حالات و حادثات کا مقابلہ کرنا علوی بصیرت ہی کا کام ہے۔

قابل توجہ یہ ہے کہ مولائے کائنات نے نہج البلاغہ میں ایسے افراد سے جنگ کرنے کی بصیرت و بینائی پر افتخار کرتے ہوئے فرماتے ہیں میرے علاوہ کسی بھی فرد کے اندر یہ صلاحیت نہ تھی جو ان سے مقابلہ و مبارزہ کرتا۔

((ايها الناس اني فقات عين الفتنة ولم يكن ليحتري عليها احد غيري)) (٢٥)

لوگو! یاد رکھو میں نے فتنہ کی آنکھ کو پھوڑ دیا ہے اور یہ کام میرے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہے۔

قرآن مجید حکم دے رہا ہے کہ اپنے آشکار و مخفی دشمنوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے پوری طاقت سے مستعد رہو اور طاقت حاصل کرو تاکہ تمہاری قدرت و اقتدار کی خلاف ورزی روکنے کا ذریعہ ہو جائے۔

(واعدوا لهم ما استتطعتن من قوتہ و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدوكم  
آخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم ۲۶)

اور تم سب ان کے مقابلہ کے لئے امکانی قوت اور گھوڑوں کی صف بندی کا  
انتظام کرو جس سے اللہ کے دشمن اپنے دشمن اور ان کے علاوہ جن کو تم نہیں  
جانتے ہو اور اللہ جانتا ہے (منافقین) سب کو خوفزدہ کر دو۔

اس آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ اسلامی نظام میں طاقت و قدرت کا حصول  
تجاوز و قانون کی خلاف ورزی روکنے کا وسیلہ ہے نہ تجاوز گری کا ذریعہ۔

منافقین ان افراد میں سے ہیں جو ہمیشہ اسلامی نظام و سر زمین پر تعرض و  
تجاوز کا خیال رکھتے ہیں لہذا نظامی و انتظامی اعتبار سے آمادگی اور معاشرہ کا  
صاحب بصارت و دانائی ہونا سبب ہوگا کہ وہ اپنے خیال خام سے باز رہیں، اس  
نکتہ کا بیان بھی ضروری ہے کہ قوت و قدرت کا حصول (آمادگی) صرف جنگ و معرکہ  
آرائی پر منحصر نہ ہو اگرچہ جنگ و رزم میں مستعد ہونا، اس کے ایک روشن و  
واضح مصادیق میں سے ہے، لیکن دشمن کی خصوصیت، اس کے حملہ آور وسائل  
کی شناخت و پہچان کے لئے بصیرت کا وجود، حصول قدرت و اقتدار کے ارکان میں  
سے ہے۔

جب کہ منافقین کا شمار خطرناک ترین دشمنوں میں ہوتا ہے لہذا، نفاق اور اس  
کی خصوصیت و صفات کی شناخت ان چند ضرورتوں میں سے ایک ہے جسے عالم  
اسلام ہمیشہ قابل توجہ قرار دے۔

اس لئے کہ ممکن ہے ہزار چہرے والے دشمن (منافق) سے غفلت و رزی،  
شاید اسلامی نظام و مسلمانوں کے لئے ایسی کاری ضرب ثابت ہو جو التیام و  
بہبود کے قابل ہی نہ ہو۔

## نفاق کے لغوی و اصطلاحی معانی

### لفظ نفاق کا ریشہ اور اس کے اصل

لفظ نفاق کے معنی، کفر کو پوشیدہ، اور ایمان کا ظاہر کرنا ہے، نفاق کا  
استعمال اس معنی میں پہلی مرتبہ قرآن میں ہوا ہے، عرب میں اسلام سے قبل  
اس معنی کا استعمال نہیں تھا، ابن اثیر تحریر کرتے ہیں:

((وهو اسم لم يعرفه العرب بالمعني المخصوص وهو الذي يستر كفره و يظهره  
ایمانہ)) (۲۷)

لفظ نفاق کا اس خاص معنی میں استعمال لغت کے اعتبار سے چار احتمال  
ہوسکتا ہے:

پہلا احتمال: یہ ہے کہ نفاق بمعنی اذہاب و اہلاک کے ہیں، جیسے (نفقت  
الدابة) کہ حیوان کے برباد و ہلاک ہوجانے کے معنی میں ہے۔

نفاق کا اس معنی سے تناسب یہ ہے کہ منافق اپنے نفاق کی بنا پر اس میت  
کے مثل ہے جو برباد و تباہ ہوجاتی ہے۔

دوسرا احتمال: نفاق ذیل عبارت سے اخذ کیا گیا ہے:

((نفقت لسلعة اذا راجت و كثرت طلابها))

وہ سامان جو بہت زیادہ رائج ہو اور اس کے طلب گار بھی زیادہ ہوں تو یہاں پر لفظ "نفاق" کا استعمال ہوتا ہے، اس بنا پر اہل لغت کا اصطلاحی مفہوم سے مرتبط ہوتے ہوئے، نفاق یہ ہے کہ منافق ظاہر میں اسلام کو رواج دیتا ہے، کیوں کہ اسلام کے طلب گار زیادہ ہوتے ہیں۔

تیسرا احتمال: نفاق، زمین دوز راستہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

((النفق سرب في الارض له مخلص الي المكان))

اس اصل کے مطابق منافق ان افراد کے مثل ہے جو خطرات کی بنا پر زمین دوز راستہ (سرنگ) میں مخفی ہو جائے، یعنی منافق بھی اسلام کے لباس کو زیب تن کر کے خود کو محفوظ کر لیتا ہے اگرچہ مسلمان نہیں ہوتا ہے۔

چوتھا احتمال: نفاق کا ریشہ "نافقاء" ہے، صحرائی چوہے اپنے گھر کے لئے دو راستہ بناتے ہیں ایک ظاہر و آشکار راستہ، اس کا نام "قاصعاء" ہے، دوسرا مخفی و پوشیدہ راستہ، اس کا نام "نافقاء" ہے، جب صحرائی چوہا خطرہ کا احساس کرتا ہے تو، قاصعاء سے داخل ہو کر نافقاء سے فرار کرتا ہے۔

اس احتمال کی بنا پر، منافق ہمیشہ خروج کے لئے دو راستہ اپناتا ہے، ایمان پر کبھی بھی ثابت قدم نہیں رہتا اگرچہ اس کا حقیقی راستہ کفر ہے لیکن اسلام کا ظاہر کر کے اپنے کو خطرے سے بچا لیتا ہے۔

ابتدا میں دو احتمال یعنی، نفاق بمعنی ہلاک ہونے اور ترویج پانے کے سلسلے میں علماء لغت کی طرف سے کوئی تائید نہیں ملتی ہے، لہذا ان معانی سے اعراض کرنا چاہئے، لیکن تیسرے اور چوتھے احتمال میں سے کون سا احتمال اساسی و بنیادی ہے اس کے لئے مزید بحث و مباحثہ کی ضرورت ہے۔

تمام مجموعی احتمالات سے ایک نکتہ ضرور سامنے آتا ہے، وہ یہ کہ نفاق کے معانی میں دو عنصر قطعاً موجود ہے، ۱: عنصر دورخی، ۲: عنصر پوشیدہ کاری

اس بنا پر نفاق کے معانی میں دو رخ و پوشیدہ کاری کا بھی اضافہ کر دینا چاہئے، منافق وہ ہے جو دو روئی کا حامل ہوتا ہے، اور اپنی صفت کو پوشیدہ بھی رکھتا ہے۔

## قرآن و احادیث میں نفاق کے معانی

روایات و قرآن میں نفاق دو معانی اور دو عنوان سے استعمال ہوا ہے:

### ۱. اعتقادی نفاق

قرآن و حدیث میں نفاق کا پہلا عنوان اسلام کا ظاہر کرنا، اور باطن میں کافر ہونا، اس نفاق کو اعتقادی نفاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قرآن میں جس مقام پر بھی نفاق کا لفظ استعمال ہوا ہے یہی معنی منظور نظر ہے، یعنی کسی فرد کا ظاہر میں اسلام کا دم بھرنا، لیکن باطن میں کفر کا شیدائی ہونا۔

سورہ منافق کی پہلی آیت اسی معنی کو بیان کر رہی ہے۔

(اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقون لكاذبون)

پیغمبر! یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔

سورہ نساء میں منافقین کی باطنی وضعیت اس طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔

(و دو لو تكفرون كما كفروا فتكونون سواء) (۲۸)

یہ منافقین چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤ اور سب برابر ہو جائیں۔

اس بنیاد پر امکان ہے کہ مسلمانوں میں بعض افراد ایسے ہوں جو اسلام کا اظہار کرتے ہوں اور باطن میں دین اور اس کی حقانیت پر اعتقاد نہ رکھتے ہوں۔

لیکن ان کے اس فعل کا محرک کیا ہے؟ اس کا ذکر تاریخ نفاق کی فصل میں بیان ہوگا، اس نوعیت کے افراد کا فعل نفاق ہے اور ان کو منافق کہا جاتا ہے۔

یقیناً بعض افراد کا اسلام، جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے اسی زمرہ میں آتا ہے، مثال کے طور پر ابوسفیان کا اسلام، پیامبر عظیم الشان کے بعد کے واقعات، خصوصاً عثمان کے دورہ خلافت میں ظاہر ہو جاتا ہے کہ، ان کا اسلام چال بازی اور مکاری سے لبریز تھا، آہستہ آہستہ خلافتی ڈھانچے میں اثر و رسوخ بڑھاتے ہوئے اسلام کے پردے میں کفر ہی کی پیروی کرتے تھے، یہاں تک کہ عثمان کے عصر خلافت میں ابوسفیان، سید الشہدا حضرت حمزہ کی قبر کے پاس آکر کہتا ہے، اے حمزہ! کل جس اسلام کے لئے تم جنگ کر رہے تھے، آج وہ اسلام گیند کے مثل میری اولاد میں دست بدست ہو رہا ہے ۲۹

ابوسفیان، خلافت عثمان کے ابتدائی ایام میں خاندان بنی امیہ کے اجتماع میں اپنے نفاق کا اظہار یوں کرتا ہے، خاندان تمیم وعدي (ابوبکر و عمر کے بعد) خلافت تم کو نصیب ہوئی اس سے گیند کی طرح کھیلنے رہو اور اس گیند (خلافت) کے لئے قدم، بنی امیہ سے انتخاب کرو، یہ خلافت صرف سلطنت و بشر کی سرداری ہے اور جان لو کہ میں ہر گز جنت و جہنم پر ایمان نہیں رکھتا ہوں ۳۰

جس وقت ابوبکر نے امور خلافت کو اپنے ہاتھ میں لیا ابوسفیان چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف و تفرق پیدا ہو جائے اور اسی غرض کے تحت مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے حمایت و مساعدت کی پیشکش کرتا ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام اس کو اچھے طریقہ سے پہچانتے تھے، پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا: تم اور حق کے طرفدار! تم تو روز اول ہی سے اسلام و مسلمان کے دشمن تھے آپ نے اس کی منافقانہ بیعت کے دراز شدہ دست کو رد کرتے ہوئے چہرہ کو موڑ لیا ۳۱

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوسفیان ان افراد میں سے تھا جن کے جسم و روح، اسلام سے بیگانے تھے اور صرف اسلام کا اظہار کرتا تھا۔

## ۲. اخلاقي نفاق

نفاق کا دوسرا عنوان اور معنی جو بعض روایات میں استعمال ہوا ہے اخلاقي نفاق ہے، یعنی دینداری کا نعرہ بلند کرنا، لیکن دین کے قانون پر عمل نہ کرنا، اس کو اخلاقي نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے ۳۲

البتہ اخلاقي نفاق کبھی فردی اور کبھی اجتماعی پہلوؤں میں رونما ہوتا ہے، وہ فرد جو اسلام کے فردی احکام و قوانین اور اس کی حیثیت کو پامال کر رہا ہو وہ فردی اخلاقي نفاق میں مبتلا ہے اور وہ شخص جو معاشرے کے حقوق و اجتماعی احکام کو جیسا کہ اسلام نے حکم دیا ہے نہ بجالاتا ہو تو، وہ نفاق اخلاق اجتماعی سے دوچار ہے۔

فردی، نفاق اخلاق کی چند قسمیں، ائمہ حضرات کی احادیث کے ذریعہ پیش کی جا رہی ہیں، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

((اظهر الناس نفاقاً من امر با لطاعة ولم يعمل بها ونهي عن المعصية ولم ينته عنها)) (۳۳ کسی فرد کا سب سے واضح و نمایاں نفاق یہ ہے کہ اطاعت (خداوند متعال) کا حکم دے لیکن خود مطیع و فرمان بردار نہ ہو، گناہ و عصیان کو منع کرتا ہے لیکن خود کو اس سے باز نہیں رکھتا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام مرسل اعظم سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((ما زاد خشوع الجسد علي ما في القلب فهو عندنا نفاق)) (۳۴)

جب کبھی جسم (ظاہر) کا خشوع، خشوع قلب (باطن) سے زیادہ ہو تو ایسی حالت ہمارے نزدیک نفاق ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اخلاقي نفاق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

((ان المنافق ينهي ولا ينتهي و يامر بما لا ياتي ..... يمسي وهمم العشا وهو مفطر و يصبح وهمم النوم ولم يسهر)) (۳۵)

یقیناً منافق وہ شخص ہے جو لوگوں کو منع کرتا ہے لیکن خود اس کام سے پرہیز نہیں کرتا ہے، اور ایسے کام کا حکم دیتا ہے جس کو خود انجام نہیں دیتا، اور جب شب ہوتی ہے تو سواء شام کے کہانے کے اسے کسی چیز کی فکر نہیں ہوتی حالانکہ وہ روزہ سے بھی نہیں ہوتا، اور جب صبح کو بیدار ہوتا ہے تو سونے کی فکر میں رہتا ہے، حالانکہ شب بیداری بھی نہیں کرتا (یعنی ہدف و مقصد صرف خواب و خوراک ہے)۔

ذکر شدہ روایات اور اس کے علاوہ دیگر احادیث جو ان مضامین پر دلالت کرتی ہیں ان کی روشنی میں بے عمل عالم اور ریا کار شخص کا شمار انہیں لوگوں میں سے ہے جو فردی اخلاقي نفاق سے دوچار ہوتے ہیں۔

نفاق اخلاقي اجتماعی کے سلسلہ میں معصومین علیہ السلام سے بہت سی احادیث صادر ہوئی ہیں، چند عدد پیش کی جا رہی ہیں۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

((ان المنافق..... ان حدثك كذبك و ان ائتمنه خانك وان غبت اغتابك وان وعدك اخلفك ((٢٦))

منافق جب تم سے گفتگو کرے تو جھوٹ بولتا ہے، اگر اس کے پاس امانت رکھو تو خیانت کرتا ہے، اگر اس کی نظروں سے اوجھل رہو تو غیبت کرتا ہے، اگر تم سے وعدہ کرے تو وفا نہیں کرتا ہے۔

پیامبر عظیم الشان (ص) نفاق اخلاقی کے صفات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اربع من کین فیہ فہو منافق وان کانت فیہ واحدة منہن کانت فیہ خصلة من النفاق من اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر ((٢٧))

چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں پائی جائیں تو وہ منافق ہے، جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، اگر عہد و پیمان کرے تو اس پر عمل نہ کرے، جب پیروز و کامیاب ہو جائے تو برے اعمال کے ارتکاب سے پرہیز نہ کرے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

((کثرة الوفاق نفاق ((٢٨))

کسی شخص کی زیادہ ہی وفاقی اور سازگاری مزاج و طبیعت کا ہونا یہ اس کے نفاق کی علامت ہے۔

ظاہر سی بات ہے کہ صاحب ایمان ہمیشہ حق کا طرف دار ہوتا ہے اور حق کا مزاج رکھنے والا کبھی بھی سب سے خاص کر ان لوگوں سے جو باطل پرست ہیں سازگار و ہمراہ نہیں ہوتا، دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے، صاحب ایمان ابن الوقت نہیں ہوتا۔

نفاق اجتماعی کا آشکار ترین نمونہ اجتماعی زندگی و معاشرے میں دور روئی اور دو زبان کا ہونا ہے، یعنی انسان کا کسی کے حضور میں تعریف و تمجید کرنا لیکن پس پشت مذمت و برائی کرنا۔

صاف و شفاف گفتگو، حق و صداقت کی پرستاری، صاحب ایمان کے صفات میں سے ہیں، صرف چند ایسے خاص مواقع میں جہاں اہم حکمت اس بات کا اقتضا کرتی ہے جیسے جنگ اور اس کے اسرار کی حفاظت، افراد اور جماعت میں صلح و مصالحت کی خاطر صدق گوئی سے اعراض کیا جاسکتا ہے ۲۹

پیامبر اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نوعیت کے نفاق کے انجام و نتیجہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

((من کان له وجہان فی الدنیا کان له لسانان من نار یوم القیامة ((٢٠))

جو شخص بھی دنیا میں دو چہرے والا ہوگا، آخرت میں اسے دو آتشی زبان دی جائے گی۔

امام حضرت محمد باقر علیہ السلام بھی اخلاقی نفاق کے خدو خال کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((بئس العبد یكون ذا وجهین و ذالسانین یطری اخاه شاهداً و یا کله غائباً ان اعطی حسده وان ابتلی خذله)) (۱۷)

بہت بدبخت و بد سرشت ہے، وہ بندہ جو دو چہرے اور دو زبان والا ہے، اپنے دینی بھائی کے سامنے تو تعریف و تمجید کرتا ہے اور اس کی غیبت میں اس کو ناسزا کہتا ہے، اگر اللہ اس کے دینی بھائی کو کچھ عطا کرتا ہے تو حسد کرتا ہے، اگر کسی مشکل میں گرفتار ہوتا ہے تو اس کی اہانت کرتا ہے۔

## اسلام میں وجود نفاق کی تاریخ

### مشہور نظریہ

مشہور و معروف نظریہ، نفاق کے وجود و آغاز کے سلسلہ میں یہ ہے کہ نفاق کی بنیاد مدینہ میں پڑی، اس فکر و نظر کی دلیل یہ ہے کہ مکہ میں مسلمین بہت کم تعداد اور فشار میں تھے، لہذا کم تعداد افراد سے مقابلے کے لئے، کفار کی طرف سے منافقانہ و مخفیانہ حرکت کی کوئی ضرورت نہیں تھی، مکہ کے کفار و مشرکین علی الاعلان آزار و اذیت، شکنجہ دیا کرتے تھے۔

عظیم الشان پیامبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ ہجرت کرنے کی بنا پر اسلام نے ایک نئی کروٹ لی، روز بروز اسلام کے اقتدار و طاقت، شان و شوکت میں اضافہ ہونے لگا، لہذا اس موقع پر بعض اسلام کے دشمنوں نے اسلام کی نقاب اوڑھ کر دینداری کا اظہار کرتے ہوئے اسلام کو تباہ و نابود کرنے کی کوشش شروع کر دی، اسلام کا اظہار اس لئے کرتے تھے تاکہ اسلام کی حکومت و طاقت سے محفوظ رہ سکیں، لیکن باطن میں اسلام کے جگر خوار و جانی دشمن تھے، یہ نفاق کا نقطہ آغاز تھا، خاص کر ان افراد کے لئے جن کی علمداری اور سرداری کو شدید جھٹکا لگا تھا، وہ کچھ زیادہ ہی پیامبر اکرم اور ان کے مشن سے عناد و کینہ رکھنے لگے تھے۔

عبد اللہ ابن ابی انہی منافقین میں سے تھا، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ ہجرت کرنے سے قبل اوس و خزرج مدینہ کے دو طاقتور قبیلہ کی سرداری اسے نصیب ہونی تھی، لیکن بد نصیبی سے واقعہ ہجرت پیش آنے کی بنا پر سرداری کے یہ تمام پروگرام خاکستر ہو کر رہ گئے، بعد میں گرچہ اس نے ظاہراً اسلام قبول کر لیا، لیکن رفتار و گفتار کے ذریعہ، اپنے بغض و کینہ، عناد و عداوت کا ہمیشہ اظہار کرتا رہا، یہ مدینہ میں جماعت نفاق کا رئیس و افسر تھا، قرآن مجید کی بعض آیات میں اس کی منافقانہ اعمال و حرکات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

جب پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں وارد ہوئے۔ اس نے پیامبر عظیم الشان (ص) سے کہا: ہم فریب میں پڑنے والے نہیں، ان کے پاس جاؤ جو تم کو یہاں لائے ہیں اور تم کو فریب دیا ہے، عبد اللہ ابن ابی کی اس ناسزا گفتگو کے فوراً بعد ہی سعد بن عبادہ رسول اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی آپ غمگین و رنجیدہ خاطر نہ ہوں، اوس و خزرج کا ارادہ تھا کہ اس کو اپنے قبیلہ کا سردار بنائیں گے، لیکن آپ کے آنے سے حالات یکسر تبدیل ہو چکے ہیں، اس کی فرمان روائی سلب ہو چکی ہے، آپ ہمارے قبیلے خزرج میں تشریف لائیں، ہم صاحب قدرت اور باوقار افراد ہیں۔ (۱۸)

اس میں کوئی شک نہیں کہ نفاق کا مبدا ایک اجتماعی و معاشرتی پروگرام کے تحت مدینہ ہے، نفاق اجتماعی کے پروگرام کی شکل گیری کا اصل عامل حق کی حاکمیت و حکومت ہے، جو پہلی مرتبہ مدینہ میں تشکیل ہوئی، پیامبر عظیم الشان کا مدینہ میں وارد ہونا و اسلام کا روز بروز قوی و مستحکم ہونا باعث ہوا کہ منافقین کی مرموز حرکات وجود میں آئیں، البتہ منافقین کی یہ خیانت کارانہ حرکتیں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگوں میں زیادہ قابل لمس ہیں۔

قرآن مجید میں بطور صریح جنگ بدر، احد، بنی نظیر، خندق و تبوک نیز مسجد ضرار کے سلسلہ میں منافقین کی سازشیں بیان کی گئی ہیں۔

مدینہ میں جماعت نفاق کے منظم و مرتب پروگرام کے نمونے، غزوہ تبوک کے سلسلہ میں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مشکلات کھڑی کرنا، مسجد ضرار کی تعمیر کے لئے، چال بازی و شعبدہ بازی کا استعمال کرنا۔

پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غزوہ تبوک کے لئے اعلان کرنا تھا کہ منافقین کی حرکات میں شدت آگئی، غزوہ تبوک کے سلسلہ میں منافقانہ حرکتیں اپنے عروج پر پہنچ چکی تھیں، مدینہ سے تبوک کا فاصلہ تقریباً ایک ہزار کیلو میٹر تھا، موسم بھی گرم تھا، محصول زراعت و باغات کے ایام تھے، اس جنگ میں مسلمانوں کی مد مقابل روم کی سوپر پاور حکومت تھی، یہ تمام حالات منافقین کے فیور (موافق) میں تھے، تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد کو جنگ پر جانے سے روک سکیں، اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔

منافقین کے ایک اجتماع میں جو سویلم یہودی کے یہاں برپا ہوا تھا، جس میں منافق جماعت کے بلند پایہ ارکان موجود تھے، طے یہ ہوا کہ مسلمانوں کو روم کی طاقت و قوت کا خوف دلایا جائے، ان کے دلوں میں روم کی ناقابل تسخیر فوجی طاقت کا رعب بٹھایا جائے۔

اس جلسہ اور اہداف کی خبر پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی، آپ نے اسلام کے خلاف اس سازشی مرکز کو ختم نیز دوسروں کی عبرت کے لئے حکم دیا، سویلم کے گھر کو جلادیا جائے آپ نے اس طریقہ سے ایک سازشی جلسہ نیز ان کے ارکان کو متفرق کر کے رکھ دیا ۴۳

مسجد ضرار کی تعمیر کے سلسلہ میں نقل کیا جاتا ہے کہ منافقین میں سے کچھ افراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک مسجد قبیلہ بنی سالم کے درمیان مسجد قبا کے نزدیک بنانے کی اجازت چاہی، تاکہ بوڑھے، بیمار اور وہ جو مسجد قبا جانے سے معذور ہیں خصوصاً بارانی راتوں میں، وہ اس مسجد میں اسلامی فریضہ اور عبادت الہی کو انجام دے سکیں، ان لوگوں نے تعمیر مسجد کی اجازت حاصل کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افتتاح مسجد کی درخواست بھی کی، آپ نے فرمایا: میں ابھی عازم تبوک ہوں واپسی پر انشاء اللہ اس کام کو انجام دوں گا، تبوک سے واپسی پر ابھی آپ مدینہ میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ منافقین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسجد میں نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی، اس موقع پر وحی کا نزول ہوا ۴۴ جس نے ان کے افعال و اسرار کی پول کھول کر رکھدی، پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھنے کے بجائے تخریب کا حکم دیا تخریب شدہ مکان کو شہر کے کوڑے اور گندگی ڈالنے کی جگہ قرار دیا۔

اگر اس جماعت کے فعل کی ظاہری صورت کا مشاہدہ کریں تو پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے حکم سے حیرت ہوتی ہے لیکن جب اس قضیہ کے

باطنی مسئلہ کی تحقیق و جستجو کریں تو حقیقت سامنے آتی ہے، یہ مسجد جو خراب ہونے کے بعد مسجد ضرار کے نام سے مشہور ہوئی، ابو عامر کے حکم سے بنائی گئی تھی، یہ مسجد نہیں بلکہ جاسوسی اور سازشی مرکز تھا، اسلام کے خلاف جاسوسی و تبلیغ اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ایجاد کرنا اس کے اہداف و مقاصد تھے۔

ابو عامر مسیحی عالم تھا زمانہ جاہلیت میں عباد و زہاد میں شمار ہوتا تھا اور قبیلہ خزرج میں وسیع عمل و دخل رکھتا تھا، جب مرسل اعظم نے مدینہ ہجرت فرمائی مسلمان آپ کے گرد جمع ہو گئے خصوصاً جنگ بدر میں مسلمانوں کی مشرکوں پر کامیابی کے بعد اسلام ترقی کرتا چلا گیا، ابو عامر جو پہلے ظہور پیامبر (ص) کا مزہ سنانا تھا جب اس نے اپنے اطراف و جوانب کو خالی ہوتے دیکھا تو اسلام کے خلاف اقدام کرنا شروع کر دیا، مدینہ سے بھاگ کر کفار مکہ اور دیگر قبائل عرب سے، پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مدد حاصل کرنی چاہی، جنگ احد میں مسلمانوں کے خلاف پروگرام مرتب کرنے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا، دونوں لشکر کی صفوں کے درمیان میں خندق کے بنائے جانے کا حکم اسی کی طرف سے تھا، جس میں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گر پڑے آپ کی پیشانی مجروح ہو گئی دندان مبارک ٹوٹ گئے، جنگ احد کے تمام ہونے کے بعد، باوجود اس کے کہ مسلمان اس جنگ میں کافی مشکلات و زحمت سے دوچار تھے، اسلام مزید ارتقاء کی منزلیں طے کرنے لگا صدائے اسلام پہلے سے کہیں زیادہ بلند ہونے لگی ابو عامر، یہ کامیابی و کامرانی دیکھ کر مدینہ سے بادشاہ روم ہرقل کے پاس گیا تاکہ اس کی مدد سے اسلام کی پیش رفت کو روک سکے، لیکن موت نے فرصت نہ دی کہ اپنی آرزو و خواہش کو عملی جامہ پہنا سکے، لیکن بعض کتب کے حوالہ سے کہا جاتا ہے، کہ وہ بادشاہ روم سے ملا اور اس نے حوصلہ افزا وعدے بھی کئے۔

اس نکتہ کو بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس کی تخریبی حرکتیں اور عناد پسند طبیعت کی بنا پر پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فاسد کا لقب دے رکھا تھا، بھر حال اس کے قبل کہ وہ واصل جہنم ہوا، ایک خط مدینہ کے منافقین کے نام تحریر کیا جس میں لشکر روم کی آمد اور ایک ایسے مکان و مقام کی تعمیر کا حکم تھا جو اسلام کے خلاف سازشی مرکز ہو، لیکن چونکہ ایسا مرکز منافقین کے بنانا چنداں آسان نہیں تھا لہذا انہوں نے مصلحتاً معذوروں، بیماروں، بوڑھوں کی آڑ میں مسجد کی بنیاد ڈال کر ابو عامر کے حکم کی تعمیل کی، مرکز نفاق مسجد کی شکل میں بنایا گیا، مسجد کا امام جماعت ایک نیک سیرت جوان بنام مجمع بن حارثہ کو معین کیا گیا، تاکہ مسجد قبا کے نماز گزاروں کی توجہ اس مسجد کی طرف مبذول کی جاسکے، اور وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی رہے، لیکن اس مسجد کے سلسلہ میں آیات قرآن کے نزول کے بعد پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرکز نفاق کو خراب کرنے کا حکم دے دیا ۵؎، تاریخ کا یہ نمونہ جسے قرآن بھی ذکر کر رہا ہے منافقین کی مدینہ میں منظم کار کردگی کا واضح ثبوت ہے۔

### مشہور نظریہ کی تحقیق

مشہور نظریہ کے مطابق نفاق کا آغاز مدینہ ہے، اور نفاق کا وجود، حکومت و قدرت سے خوف و ہراس کی بنا پر ہوتا ہے، اس لئے کہ مکہ کے مسلمانوں میں قدرت و طاقت والے تھے ہی نہیں، لہذا وہاں نفاق کا وجود میں آنا بے معنی تھا، صرف مدینہ میں مسلمان صاحب قدرت و حکومت تھے لہذا نفاق کا مبداء مدینہ ہے۔

لیکن نفاق کی بنیاد صرف حکومت سے خوف و وحشت کی بنا پر جو اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اسلام میں منصب و قدرت کے حصول کی طمع بھی نفاق کے وجود میں آنے کا عامل ہوسکتی ہے، لہذا، نفاق کی دو قسم ہونی چاہئے:

۱۔ نفاقِ خوف: ان افراد کا نفاق جو اسلام کی قدرت و اقتدار سے خوف زدہ ہو کر اظہار اسلام کرتے ہوئے اسلام کے خلاف کام کیا کرتے تھے۔

۲۔ نفاقِ طمع: ان افراد کا نفاق جو اس لالچ میں اسلام کا دم بھرتے تھے کہ اگر ایک روز اسلام صاحبِ قدرت و سطوت ہوا، تو اس کی زعامت و مناصب پر قابض ہوجائیں یا اس کے حصہ دار بن جائیں۔

نفاق بر بناء خوف کا سرچشمہ مدینہ ہے، اس لئے کہ اہل اسلام نے قدرت و اقتدار کی باگ ڈور مدینہ میں حاصل کیا۔

لیکن نفاق بر بناء طمع و حرص کا مبداء و عنصر مکہ ہونا چاہئے، عقل و فکر کی بنا پر بعید نہیں ہے کہ بعض افراد روز بروز اسلام کی ترقی، اقتصادی اور سماجی بائیکاٹ کے باوجود اسلام کی کامیابی، مکرر رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اسلام کے عالمی ہونے والی خوش خبری وغیرہ کو دیکھتے ہوئے دور اندیش ہوں، کہ آج کا ضعیف اسلام کل قوت و طاقت میں تبدیل ہوجائے گا، اسی دور اندیشی و طمع کی بنا پر اسلام لائے ہوں، تاکہ آئندہ اپنے اسلام کے ذریعہ اسلام کے منصب و قدرت کے حق دار بن جائیں۔

اس مطلب کا ذکر ضروری ہے کہ منافق طمع کے افعال و کارکردگی منافق خوف کی فعالیت و کارکردگی سے کافی جدا ہے، منافق خوف کی خصوصیت خراب کاری، کار شکنی، بیخ کنی، اذیت و تکلیف سے دوچار کرنا ہے، جب کہ منافق طمع ایسا نہیں کرتا، بلکہ وہ ایک تحریک کی کامیابی کے سلسلہ میں کوشش کرتے ہیں، تاکہ وہ تحریک ایک شکل و صورت میں تبدیل ہوجائے، اور یہ قدرت کی نبض اور دھڑکن کو اپنے ہاتھوں میں لے سکیں، منافق طمع صرف وہاں تخریبی حرکات کو انجام دیتے ہیں جہاں ان کے بنیادی منافع خطرے میں پڑجائیں۔

اگر ہم نفاقِ طمع کے وجود کو مکہ قبول کریں، تو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ نفاق کا وجود اور اس کے آغاز کو مدینہ تسلیم کیا جائے۔

جیسا کہ مفسر قرآن علامہ طباطبائی (رح) اس نظریہ کو پیش کرتے ہیں، آپ ایک سوال کے ذریعہ کو مذکورہ مضمون کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں، باوجودیکہ اس قدر منافقین کے سلسلہ میں آیات، قرآن میں موجود ہیں، کیوں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد منافقین کا چرچا نہیں ہوتا، منافقین کے بارے میں کوئی گفتگو اور مذاکرات نہیں ہوتے، کیا وہ صفحہ ہستی سے محو ہو گئے تھے؟ کیا پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی بنا پر منتشر اور پراکندہ ہو گئے تھے؟ یا اپنے نفاق سے توبہ کر لی تھی؟ یا اس کی وجہ یہ تھی کہ پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد صاحبان نفاق طمع، صاحبان نفاق خوف کا تال میل ہو گیا تھا، اپنی خواہشات و حکمت عملی کو جامہ عمل پہنا چکے تھے، اسلام کی حکومت و ثروت پر قبضہ کر چکے تھے اور بہ بانگِ دہل یہ شعر پڑھ رہے تھے:

((لعبت ہاشم بالملك فلا خبر جاء ولا وحي نزل))

خلاصہ بحث یہ ہے کہ نفاق اجتماعی ایک منظم تحریک کے عنوان سے مدینہ میں ظہور پذیر ہوا، لیکن نفاق فردی جو بر بناء طمع و حرص عالم وجود میں آیا ہو اس کو انکار کرنے کی کوئی دلیل نہیں، اس لئے کہ اس نوعیت کا نفاق مکہ میں بھی ظاہر ہوسکتا تھا، وہ افراد جو پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستور و حکم سے سر پیچی کرتے تھے، ان میں بعض وہ تھے جو مکہ میں مسلمان ہوئے تھے، یہ وہی منافق تھے جو طمع و حرص کی بنا پر اسلام کا اظہار کرتے تھے۔

## مرض نفاق اور اس کے آثار

نفاق، قلب اور دل کی بیماری ہے، قرآن کی آیات اس باریکی کی طرف توجہ دلاتی ہیں، پاکیزہ قلب خدا کا عرش اور اللہ کا حرم ہے ۷۷، اس میں اللہ کے علاوہ کسی اور کا گذر نہیں ہے، لیکن مریض و عیب دار دل، غیر خدا کی جگہ ہے ہوا و ہوس سے پر دل شیطان کا عرش ہے، قرآن مجید صریح الفاظ میں منافقین کو عیب دار اور مریض دل سمجھتا ہے:

(في قلوبهم مرض (۷۸)

نفاق جیسی پُر خطر بیماری میں مبتلا افراد، بزرگترین نقصان و ضرر سے دوچار ہوتے ہیں، اس لئے کہ آخرت میں نجات صرف قلب سلیم (پاکیزہ) کے ذریعہ ہی میسر ہے، ہوا و ہوس سے پر، غیر خدا کا محب و غیر خدا سے وابستہ دل نجات کا سبب نہیں۔

(يوم لا ينفع مال ولا بنون الا من اتى الله بقلب سليم (۷۹)

اس دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے۔ مگر وہ جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

قرآن مجید اس مرض و بیماری کی شناخت و واقفیت کے سلسلہ میں کچھ مفید نکات کا ذکر کر رہا ہے، تمام مسلمانوں کو ان نکات کی طرف توجہ دینی چاہئے تاکہ اپنے قلب و دل کی صحت و سلامتی و نیز مرض کو تشخیص دے سکیں، نیز ان نکات کے ذریعہ معاشرے کے غیر سلیم و نادرست قلوب کی شناسائی کرتے ہوئے ان کے مراکز فساد و فتنہ سے مبارزہ کرسکیں۔

ایک سرسری جائزہ لیتے ہوئے آیات قرآنی جو منافقین کی شناخت میں نازل ہوئی ہیں ان کو چند نوع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

وہ آیات جو اسلامی معاشرے میں منافقین کی سیاسی و اجتماعی روش و طرز کو بیان کرتی ہیں، وہ آیات جو منافقین کی فردی خصوصیت نیز ان کی نفسیاتی شخصیت و عادت کو رونما کرتی ہیں، وہ آیات جو منافقین کی ثقافتی روش و طرز عمل کو اجاگر کرتی ہیں، وہ آیات جو منافقین سے مبارزہ و رفتار کے طور و طریقہ کو پیش کرتی ہیں۔

پہلی نوع کی آیات میں منافقین کی سیاسی و معاشرتی اسلوب، اور دوسری نوع کی آیات میں منافقین کی انفرادی و نفسیاتی بیماری کی علامات کا ذکر ہے اور تیسری نوع کی آیات میں منافقین کی کفر و نفاق کے مرض کو وسعت دینے نیز اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے طریقے کو بیان کیا گیا ہے، چوتھی نوع کی آیات میں منافقین کی کار کردگی کو بے اثر بنانے کے طریقہ کار کو پیش کیا گیا ہے، اگرچہ

قرآن میں جو آیات منافقین کے سلسلہ میں آئی ہیں وہ ان کی اعتقادی نفاق کو بیان کرتی ہیں، مگر جو آیات منافقین کی خصوصیت و صفات کو بیان کرتی ہیں وہ ان کی منافقانہ رفتار و گفتار کو پیش کر رہی ہیں خواہ اعتقادی ہوں یا نہ ہوں منافقین کے جو خصائص بیان کئے گئے ہیں، منافقانہ رفتار و گفتار کی شناخت کے لئے معیار و پیمانہ قرار دئے گئے ہیں، اس کے مطابق جو فرد یا جماعت بھی اس نوع و طرز کی رفتار و روش کی حامل ہوگی اس کا شمار منافقین میں ہوگا۔

---

۱۲. اصول کافی، ج ۱، ص ۴۳۔

۱۴. سورہ ممتحنہ / ۱۔

۱۵. سورہ فاطر / ۶۔

۱۶. سورہ نور / ۲۱۔

۱۷. سورہ نساء / ۱۰۱۔

۱۸. سورہ مائدہ / ۸۲۔

۱۹. شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۲۰ ص ۳۱۱۔

۲۰. مسئلہ نفاق: بنا بر نقل نفاق یا کفر پنہان، ص ۵۲۔

۲۱. سورہ توبہ / ۱۰۱۔

۲۲. نہج البلاغہ، نامہ ۲۷۔

۲۳. بحار الانوار، ج ۳۳، ص ۳۹۹۔

۲۴. سفینة البحار، ج ۱، ص ۲۸۰۔

۲۵. نہج البلاغہ، خطبہ ۹۳۔

۲۶. سورہ انفال / ۶۰۔

۲۷. نہایت، ابن اثیر، بحث "نفاق" و نیز: لسان العرب، ج ۱۰، ص ۳۵۹۔

۲۸. سورہ نساء / ۸۹۔

۲۹. قاموس الرجال، ج ۱۰، ص ۸۹۔

۳۰. الاصابہ، ج ۴، ص ۸۸۔

۳۱. تفسیر سورہ توبہ و منافقون۔

۳۲. یقیناً اخلاق کی یہ حالتیں، رذائل کے اجزا میں سے ہے لیکن یہ کہ عادت رذیلہ روایات میں نفاق پر اطلاق ہوتی ہے یا نہیں یہ وہ موضوع ہے جسے اجاگر ہونا چاہئے علامہ مجلسی بحار الانوار ج ۷۲ ص ۱۰۸ میں اس نظریہ کی تائید کرتے ہیں کہ روایات میں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، اصول کافی ج ۲ میں ایک باب صفت النفاق و المنافق ہے اس باب کی اکثر احادیث انفرادی، اجتماعی اخلاقی نفاق کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہے یہ خود دلیل ہے کہ نفاق روایات میں اس خاص معنی (نفاق اخلاقی) جس کا میں نے اشارہ کیا ہے استعمال ہوا ہے۔

۳۳. غرور الحکم، حدیث ۳۳۱۴۔

۳۴. اصول کافی، ج ۲، ص ۳۹۶۔

۳۵. اصول کافی، ج ۲، ص ۳۹۶۔

۳۶. المحجة البيضاء، ج ۵، ص ۲۸۲۔

۳۷. خصال شیخ صدوق، ص ۲۵۴۔

۳۸. میزان الحکمت، ج ۸، ص ۳۳۴۳۔

۳۹. غیبت و کذب سے مستثنیٰ موارد کے سلسلہ میں اخلاقی و فقہی کتب جیسے جامع السعادات اور مکاسب کی طرف مراجعہ کریں۔

۴۰. المحجة البيضاء، ج ۵، ص ۲۸۰۔

۴۱. المحجة البيضاء، ج ۵، ص ۲۸۲۔

۴۲. علام الوری، ص ۴۴، بحار الانوار، ج ۱۹ ص ۱۰۸۔

۴۳. سیرت ابن حشام، ج ۲، ص ۵۱۷، منشور جاوید قرآن، ج ۴، ص ۱۱۲۔

۴۴. سورہ توبہ، ۱۰۷ کے بعد کی آیتیں۔

۴۵. مجمع البیان، ج ۲، ص ۷۲۔

۴۶. تفسیر المیزان، ج ۱۹ ص ۲۸۷ تا ۲۹۰، سورہ منافقون کی آیات ۱/۸ کے ذیل میں۔

۴۷. "قلب المؤمن عرش الرحمن" بحار الانوار، ج ۵۸، ص ۳۹۔ "قلب حرم اللہ فلا تسکن حرم اللہ غیر اللہ" بحار الانوار، ج ۷۰، ص ۲۵۔

۴۸. سورہ بقرہ/ ۱۰، مائدہ/ ۵۲، توبہ/ ۱۲۵، محمد/ ۲۰۔ ۲۹: بعض آیات میں (فی قلوبہم مرض) کے ہمراہ منافقون کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جیسے سورہ انفال کی آیت نمبر ۴۹ و سورہ احزاب کی آیت نمبر ۱۲ (اذا يقول المنافقون والذين في قلوبهم مرض) یہاں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ بیمار دل والے منافق ہی ہیں یا ان کے علاوہ دوسرے افراد، علامہ طباطبائی (رح) تفسیر المیزان، ج ۱۵، ص ۲۸۶، ج ۹، ص ۹۹، میں ان دونوں کو الگ الگ شمار کرتے ہیں، آپ کا کہنا ہے کہ بیمار دل والوں سے مراد ضعیف الاعتقاد مسلمان ہیں، اور منافقین وہ ہیں جو ایمان و اسلام کا اظہار

کرتے ہیں لیکن باطن میں کافر ہیں، بعض مفسرین کی نظر میں، بیمار دل صفت والے افراد منافق ہی ہیں، نفاق کے درجات ہیں، نفاق کا آغاز قلب و دل کی کجی اور روح کی بیماری سے شروع ہوتا ہے، اور آہستہ آہستہ پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے، لیکن میرے خیال میں منافقوں، و (والذین فی قلوبہم مرض) دو مترادف الفاظ کے مثل ہیں جیسے فقیر و مسکین، اگر یہ دو لفظ ساتھ میں استعمال ہو تو ہر لفظ ایک مخصوص معنی کا حامل ہوگا، لیکن اگر جدا استعمال ہوتو دونوں کے معنی ایک ہی ہوں گے، اس بنا پر وہ آیات جس میں لفظ منافقوں و (فی قلوبہم مرض) ایک ساتھ استعمال ہوئے ہیں، دونوں کے مستقل معنی ہیں، منافقوں یعنی اسلام کا اظہار و کفر کا پوشیدہ رکھنا، و (فی قلوبہم مرض) یعنی ضعیف الایمان یا آغاز نفاق، لیکن جب (فی قلوبہم مرض) کا استعمال جدا ہو تو اس سے مراد منافقین ہیں، کیوں کہ منافقین وہی ہیں جو (فی قلوبہم مرض) کے مصداق ہیں،

۴۹. سورہ شعراء/ ۸۸ و ۸۹۔

۱

## فصل دوم؛ منافقین کی سیاسی خصائص

۱. اغیار پرستی

۲. ولایت ستیزی

۳. منافقین کی دوسری سیاسی خصوصیتیں

### اغیار پرستی

#### اغیار سے سیاسی روابط اور اس کے ضوابط و اصول

قرآن مجید کے شدید منع کرنے کے باوجود منافقین کی سیاسی رفتار کی اہم خصوصیت، اغیار سے دوستی و رابطہ کا ہونا ہے، اس بحث میں وارد ہونے، اور ان آیات قرآنی کی تحقیق کرنے سے قبل، جو منافقین کی اغیار پرستی و دوستی کو بر ملا کرتی ہیں ضروری ہے کہ ہم بطور اجمال اغیار سے سیاسی رابطہ و رفتار کے اصول جو اسلام نے پیش کی ہیں، بیان کر دیں، تاکہ اغیار سے رابطہ اور رفتار کے قوانین و نظریہ کی روشنی میں منافقین کے اعمال و رفتار کا تجزیہ کیا جاسکے۔

#### اصل اول: شناخت اغیار

جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جاچکا ہے نظام و حکومت اسلامی کے کارکنان کا اہم ترین وظیفہ دشمن کی شناخت و پہچان ہے، قرآن کی مکرر و دائمی نصیحت یہ ہے کہ اپنے دشمن کو پہچانو، ان کے مقاصد و اہداف کو سمجھو، تاکہ ان سے صحیح مقابلہ کرتے ہوئے ان کی کامیابی کے لئے سد راہ بن جاؤ۔

قرآن کریم کی بہت زیادہ آیتیں اغیار کی صفات و خواہشات کو بیان کر رہی ہیں، تاکہ صاحبان ایمان دشمن و اغیار کی شناخت کے لئے ایک معیار پیمانہ قائم کرسکیں، قرآن کریم اغیار کے سلسلہ میں جو صفتیں اور علامتیں بیان کر رہا ہے، ایک خاص عصر و زمان سے مرتبط و محدود نہیں ہے، بلکہ ہر زمان و مکان میں ان کی سیرت و کردار کو پرکھنے کی کسوٹی ہے، قرآن کی روشنی میں بطور اختصار اغیار کی سات خصوصیتیں ذکر کی جارہی ہیں۔

۱. رجعت و عقب نشینی کی آرزو رکھنا

اغیار کی خواہش مومنین کو رجعت یعنی اسلام سے قبل کی ثقافت و کلچر کی طرف پلٹانے کی ہوتی ہے، دشمنان اسلام کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ، مومنین شرک و کفر کے زمانہ کی طرف پلٹ جائیں، مومنین سے اسلامی تہذیب و اقدار کو چھین لیں:

(وَدَّوْا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً) (۵۰)

منافقین چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤ اور سب برابر ہو جائیں۔

(وَلَا يَزَالُونَ يَقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدَّوْكُمْ عَن دِينِكُمْ اِنْ اَسْتَطَاعُوا) (۵۱)

یہ کفار برابر تم لوگوں سے جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے بس میں ہو تو تم کو تمہارے دین سے پلٹادیں۔

قرآن کی نظر میں کفار اور بعض اہل کتاب مومنین سے عداوت و دشمنی رکھتے ہوئے ان کو کفر و جاہلیت کی طرف پلٹانا چاہتے ہیں:

(يَا اِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِنْ تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدَّوْكُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ )

۵۲

اے ایمان والو! اگر تم کفر اختیار کرنے والوں کی اطاعت کرو گے تو یہ تمہیں گزشتہ زمانہ کی طرف پلٹا لے جائیں گے، اور سر انجام تم خود ہی خسارہ و نقصان اٹھانے والوں میں ہو گے۔

(وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كَفَارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ) (۵۳)

بہت سے اہل کتاب حسد کی بنا پر یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان کے بعد کافر بنادیں حالانکہ حق ان پر بالکل واضح و آشکار ہو چکا ہے۔

۲. اسلامی اصول و اقدار سے انحراف کی تمنا کرنا

دشمن کی ایک اہم خواہش یہ ہوتی ہے کہ اسلامی حکومت اور مومنین، اسلامی اصول و اقدار سے رو گرداں و منحرف ہو جائیں، مومنین سے اسلامی اصول اور اس کے اقدار پر سودا کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں:

(وَدَّوْا لَوْ تَدَّهِنَ فِيْهِمْ هُنُوْنٌ) (۵۴)

یہ چاہتے ہیں کہ آپ تھوڑا نرم (حق کی راہ سے منحرف) ہو جائیں تاکہ وہ بھی نرم ہو جائیں۔

اسلامی حکومت میں الہی سیاست گزار کو صرف اپنی شرعی ذمہ داری و فرائض کا خیال رکھنا ہوتا ہے، ان کے پروگرام میں سر فہرست الہی مقاصد اور اصولوں کی حفاظت مقصود ہوتی ہے، ان کے طریقہ کار میں اصولی و بنیادی مسائل پر سودا گری اور ساز باز کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا ہے۔

لیکن دنیاوی اور مادہ پرست سیاست گزار کا ہدف و مقصد صرف حکومت و استعماریت ہوتا ہے ان کی سیاست کی بساط، اصول کی سودا گری و ساز و باز پر ہوتی ہے وہی سیاست کہ جس کا معاویہ شیدائی تھا لیکن مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام شدت سے مخالف تھے، آپ اس طریقہ کار کو شیطنیت و مکر و فریب سمجھتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام ایسی پست سیاست و طرز عمل سے دور تھے، وہ لوگ جو معاویہ کی حرکات کو زیرکی و دانائی تصور کرتے تھے، امام علی علیہ السلام ان کے جواب میں فرماتے ہیں:

((و الله ما معاوية با دهلي مني و لكنہ يغدر و يفجر ولو لا كراهية الغدر لكنت مني ادهي الناس)) (٥٥)

خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار و صاحب ہنر نہیں ہے، لیکن وہ مکر و فریب اور فسق و فجور کا ارتکاب کرتا ہے، اگر مجھے مکر و فریب نا پسند نہ ہوتا تو مجھ سے زیادہ ہوشیار کوئی نہیں تھا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اپنی مختصر مدت حکومت و خلافت میں بعض قریبی اصحاب کی نصیحت و مشورہ کے باوجود ہرگز اسلامی اصول سے انحراف و سودا گری کو قطعاً قبول نہیں کرتے تھے، بعض صاحبان تفسیر ابن عباس سے نقل کرتے ہیں، یہودی مذہب کے بزرگان ایک نزاع کے سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسلامی اصول سے منحرف کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں آئے، اور اپنی آرزوں کو اس انداز سے پیش کیا، ہم یہودی قوم و مذہب کے اشراف و عالم ہیں اگر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، تو تمام یہودی ہم لوگ کی پیروی کرتے ہوئے آپ پر ایمان لے آئیں گے، لیکن ہمارے ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ آپ اس نزاع میں ہمارے فائدے و حق میں فیصلہ دیں، لیکن مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شرط اور ایمان لانے کی لالچ کو ٹھکرا دیا، اسلام کے اصول و ارکان یعنی عدالت سے ہرگز منحرف نہیں ہوئے، ذیل کی آیت اسی واقعہ کی بنا پر نازل ہوئی ہے:

((و ان احکم بینہم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوائہم و احذرہم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک)) (٥٦)

اور پیامبر آپ کے درمیان تنزیل خدا کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں، اور اس بات سے بچتے رہیں کہ یہ بعض احکام الہی سے جو تم پر نازل کیا جاچکا ہے منحرف کر دیں۔

سورہ اسراء میں پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصول سے منحرف کرنے کے لئے دشمنوں کے شدید وسوسہ کا ذکر کیا گیا ہے خدا کا ارشاد ہو رہا ہے، اگر آپ کو عصمت اور وحی کی مساعدت نہ ہوتی، اگر آپ عام بشر کے مثل ہوتے تو ان کے دلدادہ ہوجاتے۔

(و ان كادوا ليفتنوك عن الذي اوحينا اليك لتفتري علينا غيره و اذاً لاتخذوك خليلا  
ولولا ان ثبتناك لقد كدت تركن اليهم شيئا قليلا (٥٧)

اور یہ ظالم اس بات کے کوشاں تھے کہ آپ کو میری وحی سے ہٹا کر دوسری باتوں کی افترا پر آمادہ کر دیں، اور اسی طرح یہ آپ کو اپنا دوست بنا لیتے اور اگر ہماری توفیق خاص نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ (بشری طور سے) کچھ نہ کچھ ان کی طرف ضرور مائل ہوجاتے۔

۲. خیر خواہ نہ ہونا

قرآن کریم نے اغیار کی شناخت کے سلسلہ میں دوسری جو صفت بیان کی ہے وہ اغیار کا مسلمانوں کے سلسلہ میں خیر خواہ نہ ہونا ہے، وہ اپنی بد خصلت اور پست فطرت خمیر کی بنا پر ہمیشہ اسلام کے افکار و نظام کے خلاف سازش کرتے رہتے ہیں وہ مومنین کے سلسلہ میں صرف عدم خیر خواہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ صاحبان ایمان کی آسائش و آرام، امن و سکون، فتح و کامرانی کو ایک لمحے کے لئے تحمل بھی نہیں کرسکتے۔

(ما یودّ الذین کرو من اهل الكتاب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ریکم )  
۵۸

کافر اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور عام مشرکین یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے اوپر پروردگار کی طرف سے کوئی خیر و برکت نازل ہو۔

وہ مومنین کے سلسلہ میں صرف خیر و برکت کے عدم نزول کی خواہش ہی نہیں رکھتے بلکہ مومنین کی سختی و پریشانی کو دیکھ کر خوشحال اور ایمان والوں کی خوشی کو دیکھ کر غمگین ہوتے ہیں۔

(ان تمسسکم حسنة تسؤهم وان تصیکم سيئة یفرحوا بها (٥٩)

اگر تمہیں ذرا بھی خیر و نیکی ملے تو انہیں برا لگے گا اور اگر تمہیں تکلیف پہونچے تو وہ خوش ہوں گے۔

۴. بغض و کینہ کا رکھنا

اغیار کی ایک اور اہم خصوصیت بغض اور کینہ پرستی ہے ان کا تمام وجود اسلام کے خلاف عداوت و نفرت سے بھرا ہوا ہے، یہ صفت رذائل فقط دل کی چہار دیواری تک محدود نہیں بلکہ عملی طور سے ان کے افعال و کردار میں حسد و کینہ توزی کے آثار ہویدا ہیں، اپنی اس کیفیت کو پوشیدہ و مخفی رکھے بغیر اہل اسلام کے خلاف وسیع پیمانے پر معرکہ و جنگ کی جد و جہد میں مصروف رہتے ہیں۔

(لا یألونکم خیالا ودّوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواہم وما تخفی صدورکم  
اکبر..... اذا لقوکم قالوا آمنا واذا خلوا عضو علیکم الأنامل من الغیظ قل موتوا بغيظکم )  
۶۰

یہ تمہیں نقصان پہونچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے، یہ صرف تمہاری مشقت و زحمت رنج و مصیبت کے خواہش مند ہیں ان کی عداوت و نفرت زبان سے بھی ظاہر ہے اور جو دل میں پوشیدہ کر رکھا ہے وہ تو بہت زیادہ ہے اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو

خشم و غصہ سے انگلیاں کاٹتے ہیں، پیامبر آپ کہہ دیجئے کہ تم اسی غصہ میں مرجاؤ۔

۵. غفلت پذیری میں مبتلا کرنا

دشمن و اغیار کا اپنی کامیابی و موفقیت کے لئے مسلمانوں کو غفلت و بے خبری کے جال میں پھنسائے رکھنا ہے، وہ چاہتے یہ ہیں کہ ایسی فضا و حالات وجود میں لائے جائیں جس کی بنا پر صاحبان ایمان اپنی قوت و طاقت کی صلاحیت و موقف سے غفلت ورزی کا شکار ہوجائیں تاکہ وہ ان پر قابض و کامران ہوسکیں، ان کی دائمی کوشش رہتی ہے کہ مسلمان کی نظر میں ان کی اقتصادی طاقت فوجی قدرت، ثمرہ وحدت اور دین و دنیا کی شان و شوکت کو بے وقعت پیش کیا جائے، تاکہ زیادہ سے زیادہ غفلت و بے خبری کے دام میں الجھے رہیں جس کے نتیجہ میں اغیار کی فتح و ظفر کی زمین ہموار ہوسکے۔

(وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغفلون عن اسلحتکم و امتعتکم فیملون علیکم میلتہ واحدة )  
۶۱

کفار کی خواہش یہی ہے کہ تم اپنے ساز و سامان اور اسلحہ سے غافل ہوجاؤ تو یہ یکبارگی تم پر حملہ کردیں۔

مذکورہ آیت میں اگرچہ اسلحہ و ساز و سامان کا ذکر ہے لیکن آیت کی دلالت صرف اقتصادی ساز و سامان و جنگی اسلحہ جات پر منحصر نہیں ہے بلکہ تمام وہ وسائل و عوامل جو مسلمانوں کے لئے عزت و شرف قوت و طاقت کا باعث ہو آیت کی غرض و غایت ہے، اس لئے کہ دشمن کا ہدف ان وسائل سے غفلت و لاپرواہی میں مبتلا کرنا ہے تاکہ تسلط کے مواقع فراہم ہوسکیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام مالک اشتر کو خطاب کرتے ہوئے عہد نامہ میں فرماتے ہیں:

((الحذر کل الحذر من عدوک بعد صلحہ فان العدو ربما قارب لیتغفل فخذ با لحزم و اتهم فی ذلک حسن الظن))  
۶۲

صلح کے بعد دشمن کی طرف سے قطعاً مکمل طور پر ہوشیار رہنا کہ کبھی کبھی وہ تمہیں غفلت میں ڈالنے کے لئے تم سے قربت اختیار کرنا چاہیں گے لہذا اس سلسلہ میں مکمل ہوشیار رہنا، اور کسی حسن ظن سے کام نہ لینا۔

۶. مومنین سے سخت و تند برتاؤ کرنا

قرآن کریم کی روشنی میں اغیار کی ایک دوسری صفت، مومنین کی ساتھ سخت طرز عمل و سلوک کا انجام دینا ہے، یہ عہد و پیمانہ کی پابندی اور دوستی کا اظہار کرتے ہوئے مومنین کو فریب دینا چاہتے ہیں، ان کے عہد و پیمانہ، قول و قرار پر اعتماد کرنا منطقی عمل نہیں، جب ناتواں اور کمزور ہوجاتے ہیں تو حقوق بشر اور اخلاق انسانی کی بات کرتے ہیں، لیکن جب قوی و مسلط ہوجاتے ہیں، تمام حقوق اور انسانی اخلاق کو پامال کرتے ہیں، عہد و پیمانہ، قول و قرار، حقوق و اصول بشریت، عظمت انسانیت، سب ہتکنڈے ہیں تاکہ اپنے منافع کو حاصل کرسکیں، منظور نظر منافع کے حصول کے بعد ان قوانین و عہد و پیمانہ کی کوئی وقعت نہیں رہتی ہے۔

(کیف وان یظہروا علیکم لا یرقبوا فیکم اللّٰہ ولا ذمّہ یرضونکم بأفواہم و تأبی قلوبہم و اکثرہم فاسقون (۱۳)

ان کے ساتھ کس طرح رعایت کی جائے، جب کہ یہ تم پر غالب آجائیں گے تو نہ کسی ہمسایگی و قرابتداری کی رعایت کریں گے اور نہ ہی کسی عہد و پیمانہ کا لحاظ کریں گے یہ تو صرف زبانی تم کو خوش کر رہے ہیں، ورنہ ان کا دل قطعی منکر ہے اور ان کی اکثریت فاسق و بد عہد ہے۔

۷. خیانت کاری اور دشمنی کا مستمر ہونا

اغیار کی ایک اور صفت، تجاوز گری و تخریب کاری ہے، جب تک ان کے اہداف پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتے فتنہ گری و خراب کاری کا بازار گرم کئے رہتے ہیں۔

(لا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم (۱۴)

اور یہ کفار برابر تم لوگوں سے جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے امکان میں ہو تو وہ تم کو تمہارے دین سے پلٹادیں۔

اسی بنا پر دشمن کی عارضی، خاموشی و سکوت یا دوستی و محبت کا اظہار، دشمنی کے پایان و اتمام کی علامت نہیں، یہ صرف دشمن کی بدلتی ہوئی طرز و روش ہے، برابر کچھ وقفہ کے بعد کوئی نہ کوئی خیانت کاری کا آشکار ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جب تک اغیار و دشمن اپنے اہداف و مقاصد کو عملی جامہ نہ پہنالیں تب تک وہ فتنہ گری و دشمنی سے دست بردار نہیں ہوں گے۔

(ولا تزال علی خائتہ منہم (۱۵)

آپ ان کی طرف سے خیانتوں پر مطلع ہوتے رہیں گے۔

اصل اول کا ماحصل، اسلام کے پیش نظر اغیار سے سیاسی روابط و اصول اور اغیار کی شناخت ہے جس میں ان کی چند خصائص کو بیان کیا گیا ہے کسی فرد یا گروہ میں ایک خصوصیت کا بھی پایا جانا قرآن کی رو سے اس کا شمار اغیار میں ہے، لہذا ان سے رابطہ کے سلسلہ میں اسلام کے اغیار سے رابطہ و اصول کا لحاظ کیا جانا چاہئے۔

**اصل دوم: دشمن کے مقابلہ میں ہوشیاری اور اقتدار کا حصول**

اسلام کے فردی و اجتماعی روابط میں حسن ظن کی رعایت اسلام کے اصل دستورات میں سے ہے لیکن اغیار سے روابط کے سلسلہ میں اسلام کی تاکید سوء ظن پر ہے، ہر زمان و مکان میں ان سے بہترین اقتصادی، سیاسی، ثقافتی روابط ہونے کے باوجود سوء ظن کی کیفیت باقی رکھتے ہوئے ہوشیار رہنا چاہئے۔ ان کی چھوٹی حرکتیں اور ہلکے مناظر دشمنی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

اسلام کی تاکید یہ ہے کہ اسلامی نظام و حکومت اغیار کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ قدرت و طاقت کا حصول کریں، اس قدر قوی اور طاقتور ہوں کہ دشمن تجاوز کا خیال بھی دل میں نہ لاسکے۔

(و اعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترہبون بہ عدو اللّٰہ و عدوکم )

اور تم سب ان کے مقابلہ کے لئے امکانی قوت اور گھوڑے کی صف بندی (سلاح) کا انتظام کرو جس سے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن سب کو خوف زدہ کر دو۔

آیت قرآن سے استفادہ ہوتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں قوی و قدرت مند ہونا، جدید اسلحہ جات سے آراستہ ہونا ضروری ہے تاکہ اسلامی حکومت و نظام کا دفاع کیا جاسکے، (ما استطعتم) عبارت کا مفہوم وسیع ہے وسائل و سلاح، اطلاعاتی و نظامی، اقتصادی و سیاسی، فرہنگی و ثقافتی آمادگی، سب پر منطبق ہوتا ہے، جیسا کہ ذیل کی آیت میں کلمہ حذر کا مفہوم وسیع و عریض ہے۔

(یا ایہا الذین آمنوا خذوا حذرکم فانغرو اثبات او انغروا جمیعا (۱۷))

اے صاحبان ایمان! اپنے تحفظ کا سامان سنبھال لو اور گروہ در گروہ یا اکٹھا جیسا موقع ہو سب نکل پڑو۔

یہ آیت ایک جامع و کلی آئین و دستور ہر زمان و مکان کے مسلمانوں کو دے رہی ہے، اپنی امنیت و سرحد کی حفاظت کے لئے ہر وقت آمادہ رہیں اجتماع و معاشرے میں ایک قسم کی مادی و معنوی آمادگی کا ہمیشہ وجود رہے۔

حذر کے معنی اس قدر وسیع ہیں کہ ہر قسم کے مادی و معنوی وسائل پر اطلاق ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ مدام دشمن کی حرکات و سکنات، سلاح کی نوعیت، جنگ کے اطوار پر نگاہ رکھے رہیں، اس لئے کہ یہ تمام موارد دشمن کے خطرات کو روکنے میں مؤثر اور آیت حذر کے مفہوم کی نشان دہی ہے۔

آیت حذر کے دستور کے مطابق مسلمانوں کے چاہئے کہ اپنے تحفظ کے لئے زمان و مکان کے اعتبار سے انواع و اقسام کے وسائل کو فراہم کریں، نیز ان وسائل و سلاح سے بہترین استفادہ کے طور و طریقہ کو بھی حاصل کریں۔

**اصل سوم: اغیار سے دوستی و صمیمیت کا ممنوع ہونا**

اغیار سے سیاسی رفتار و روابط کے سلسلہ میں اسلام کی نظر کے مطابق ان سے دوستانہ روابط و صمیم قلبی کو منع کیا گیا ہے، عداوت پسند افراد نیز وہ لوگ جو اسلامی مقدسات کی بے حرمتی کرتے ہیں ان سے سخت برتاؤ سے پیش آنا چاہئے۔

(یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا الذین اتخذوا دینکم ہزوا ولعبا من الذین اوتوا الكتاب من قبلکم و الکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین و اذا نادیتم الی الصلاة اتخذوها ہزوا ولعبا ذلک بانہم قوم لا یعقلون (۱۸))

اے ایمان والو! خبر دار اہل کتاب میں جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق و تماشا بنا لیا ہے اور دیگر کفار کو بھی اپنا ولی (دوست) و سرپرست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو، اگر تم واقعی صاحب ایمان ہو اور تم جب نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اس کو مذاق و کھیل بنالیتے ہیں اس لئے کہ یہ بالکل بے عقل قوم ہیں۔

ہنر و تمسخر آمیز گفتگو و حرکات کو کھا جاتا ہے جو کسی چیز کی قدر و قیمت کو کم کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

لعب، وہ افعال جب کے اہداف غلط یا بے ہدف ہوں ان پر اطلاق ہوتا ہے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مومنین کی حیا و غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اسلامی مقدسات و دینی اقدار کو پامال کرنے والوں سے سخت اور تند برتاؤ کریں، اور ان کا یہ برتاؤ دینی تقوے کی ایک جھلک ہے، کیونکہ تقوا صرف فردی مسائل پر منحصر نہیں ہے۔

سورہ ممتحنہ کی پہلی آیت میں بھی صریحاً اغیار سے دوستانہ روابط برقرار کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

(یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء تلقون الیہم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق)

اے ایمان والو! خبردار میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنانا، کہ تم ان کی طرف دوستی کی پیش کش کرو جب کہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے، جو تمہارے پاس آچکا ہے۔

اس بنا پر تمام وہ افراد، جو دین اسلام اور اس کی شائستگی کے معتقد نہیں ہیں ان کا شمار اغیار و بیگانے میں ہوتا ہے، لہذا ان سے دوستی و نشست و برخاست کو منع کیا گیا ہے، قرآن مجید نے اغیار سے، خصوصاً جو اسلامی مقدسات کی بے حرمتی کرتے ہیں، فکری و ثقافتی قربت کو خسران و نقصان سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ رفت و آمد و دوستی کے اثرات انسان پر ضرور مرتب ہوتے ہیں اور اسی کے مثل بنا دیتے ہیں۔

(وقد نزل علیکم فی الكتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بها و یستہزأ بها فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم (۱۹))

اور اللہ نے کتاب میں یہ بات نازل کر دی ہے کہ جب آیات الہی کے بارے میں یہ سنو کہ ان کا انکار اور استہزا ہو رہا ہے تو خبردار ان کے ساتھ نشست و برخاست نہ کرو جب تک وہ دوسری باتوں میں مصروف نہ ہوجائیں ورنہ تم انہیں کے مثل ہوجاؤ گے۔

بیان شدہ اصل سوم کا مفہوم یہ نہیں کہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ مسالمت آمیز زندگی کی نفی کی جائے یا ان کے انسانی حقوق کو ضائع کیا جائے غیر اسلامی حکومتوں سے رابطہ نہ رکھا جائے۔<sup>۷۰</sup>

بلکہ اصل سوم کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان دشمن سے دوستانہ و صمیمی روابط سے پرہیز کریں اغیار کی اطاعت و اثر پذیری سے دور رہیں، ان کو فکری و سیاسی اعتبار سے غیر ہی سمجھیں، قرآن اغیار پرستی سے مبارزہ اور برائت کے سلسلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے مقلدین کی سیرت کو بطور نمونہ پیش کر رہا ہے آپ اور آپ کے اصحاب اپنی ہی قوم کی بت پرستی کو مشاہدہ کرنے کے بعد، باوجودیکہ ان کے قرابتدار بھی اس میں شریک تھے ان کے افعال سے برائت کرتے ہیں۔

(قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم و الذین معہ اذ قالوا لقومہم انا برآؤا منکم و مما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم و بدا بیننا و بینکم العداوۃ و البغضاء ابدًا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ؛ (۷۱))

تمہارے لئے بہترین نمونہ عمل ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہدیا ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں ہم نے

تمہارا انکار کر دیا ہے اور ہمارے تمہارے درمیان بغض اور عداوت بالکل واضح ہے یہاں تک کہ تم خدائے وحدہ لا شریک پر ایمان لے آؤ۔

### اصل چہارم: غیر حربی اغیار سے صلح آمیز روابط رکھنا

اسلام کے سیاسی نظریہ و اصول میں اغیار و بیگانے کی دو قسم ہیں۔

۱۔ حربی: وہ افراد اور حکومت جو اسلامی حکومت اور نظام سے برسر پیکار ہیں اور مدام سازشیں و خیانتیں کرتے رہتے ہیں۔

۲۔ غیر حربی: وہ کفار جو اپنے دین و مذہب پر عمل کرتے ہوئے اسلامی سر زمین پر اسلامی قانون کے تحت اسلامی حکومت کو جزیرہ دیتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں، یا وہ ممالک جو اسلامی حکومت سے پیمانہ صلح یا اس کے مثل عہد و پیمانہ رکھتے ہیں، اور اس عہد کے پابند بھی ہیں۔ اگرچہ دونوں ہی دستہ کا فکری و ثقافتی اعتبار سے اغیار میں شمار ہوتا ہے اور اصل سوم میں شمولیت رکھتے ہیں لیکن ان سے معاشرتی و سماجی رفتار و سلوک میں فرق ہونا چاہئے۔

قرآن کریم ان سے رفتار و برتاؤ کی نوعیت کو بیان کر رہا ہے۔

﴿ لا ینہا کم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم و تقسطوا الیہم ان اللہ یحسب المقسطین انما ینہا کم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین و اخرجوکم من دیارکم و ظاہروا علی اخرجکم ان تولوہم و من یتولہم فاولئک ہم الظالمون ﴾ (۷۲)

خدا تمہیں ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں وطن سے نہیں نکالا ہے اس بات سے نہیں روکتا ہے کہ تم ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے وہ تمہیں صرف ان لوگوں سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین میں جنگ کی ہے، اور تمہیں وطن سے نکال باہر کیا ہے اور تمہارے نکالنے پر دشمن کی مدد کی ہے کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے گا وہ یقیناً ظالم ہوگا۔

آیت مذکورہ سے استفادہ ہوتا ہے کہ وہ افراد یا حکومتیں جو مومنین کے حق میں ظالمانہ رویہ اپناتی ہیں نیز اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نا شائستہ عمل انجام دیتی ہیں اور اسلام کے دشمنوں کی مساعدت کرتی ہیں، اہل اسلام کے وظائف کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے سخت و تند رفتار کا مظاہرہ کریں، ان سے ہر قسم کے سماجی و معاشرتی رابطہ کو منقطع کر دیں، لیکن وہ افراد جو بے طرف رہے ہیں مسلمانوں کے خلاف سازش میں ملوث نہیں رہے ہیں ان کے حقوق کی رعایت اور اسلامی حکومت کی حمایت حاصل ہونا چاہئے، ان پر ظلم و تعدی شدید ممنوع ہے۔

پیامبر عظیم الشان (ص) فرماتے ہیں:

((من ظلم معاہداً و تخلف فوق طاقتہ فانا حجیجہ)) (۷۳)

جو شخص بھی معاہدہ پر ظلم کرے گا میں روز قیامت اس سے باز پرس کروں گا۔

معابد سے مراد وہ یہودی و نصرانی ہیں جو جزیہ دیتے ہوئے اسلامی حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں، اسلامی فقہ میں اغیار سے روابط کے تمام حقوقی جوانب توجہ کے قابل ہیں، اگر اغیار و بیگانے سیاسی و فکری اعتبار سے مسالمت آمیز زندگی کی رعایت کریں مسلمانوں کے حقوق کا احترام کریں تو وہ اپنے تمام بنیادی اور جمہوری حقوق سے فیضیاب ہوسکتے ہیں کسی کو ان سے مزاحمت کا حق نہیں، ذیل کا واقعہ اسلامی نظام اور حکومت میں اغیار غیر حربی کے بنیادی حقوق کی رعایت کا آشکار نمونہ ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام نے ایک نابینا بوڑھے آدمی کو دیکھا جو گدائی کر رہا تھا جب مولا نے اس کے احوال دریافت کئے تو معلوم ہوا وہ نصرانی ہے علی علیہ السلام رنجیدہ خاطر ہوئے، فرمایا: وہ تمہارے درمیان میں تھا اس سے کام لیا گیا، لیکن جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا، آپ نے اس کے مخارج بیت المال سے اداء کرنے کا حکم دیا ۷۴

### منافقین کا اغیار سے ارتباط اور ان کا طرز عمل

گزشتہ بحث میں اغیار سے روابط اور اسلام کے کلی و جامع اصول پیش کئے جاچکے ہیں، اب اغیار کے سلسلہ میں منافقین کی روش اور طرز عمل کا مختصر تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قرآن کریم سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین تمام دوستی و محبت اغیار اور بیگانوں پر نچھاور کرتے ہیں، یہ مسلمانوں کے ساتھ شرارت و خباثت سے پیش آتے ہیں، مومنین کو حقارت و ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، تمسخر و نکتہ چینی ان کا مشغلہ ہے ان کی تمام سعی و کوشش اور جد و جہد یہ ہوتی ہے کہ اغیار سے قریب تر ہوجائیں اغیار سے صمیمیت و اخلاص اور دوستانہ رفتار و گفتار کے حامی ہیں۔

(الم تر الي الذين تولوا قوما غضب الله عليهم ما هم منكم ولا منهم و يحلفون علي الكذب وهم يعلمون (۷۵))

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ہے جنہوں نے اس قوم سے دوستی کر لی ہے جس پر خدا نے عذاب نازل کیا ہے کہ یہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں اور یہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور خود بھی اپنے جھوٹ سے باخبر ہیں۔

منافقین کے بیگانوں سے ارتباط کے جلووں میں سے، مشترک کانفرنس کا انجام دینا، ان سے ہم آواز وہم نشین ہونا ہے، قرآن صریح الفاظ میں کفار اور الہی دستور و آئین کا استہزا کرنے والوں کے ساتھ ہم نشینی کو منع کرتا ہے۔

(واذا رأيت الذين يخوضون في آياتنا فأعرض عنهم حتي يخوضوا في حديث غيره ) ۷۶

اور جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات کا استہزا و تمسخر کر رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہوجاؤ یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں مصروف ہوجائیں۔

لیکن قرآن کے صریح دستور و حکم کے باوجود منافقین، مخفی طریقہ سے اغیار کے جلسات و نشست میں شریک ہوا کرتے تھے لہذا سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۴۰ منافقین کو اس رفتار و طرز عمل پر سرزنش و توبیخ کر رہی ہے۔

منافقین کے اجنبی و غیر پرستی کے مظاہر میں سے ایک، ان کے لئے مطیع و فرمان بردار ہونا ہے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۹ منافقین کی اسی روش کو بیان کر رہی ہے اگر تم کفار کے مطیع و دوست ہو گے جیسا کہ بعض منافقین کا یہ طرز عمل ہے تو قدیم و جاہلی اطوار کی طرف پلٹا دیئے جاؤ گے،

(یا ایہا الذین آمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علی اعقابکم ۷۷)

اے ایمان لانے والو اگر تم کفر اختیار کرنے والوں کی اطاعت کرو گے تو یہ تمہیں گزشتہ طرز زندگی و عمل کی طرف پلٹالے جائیں گے۔

دشمنوں کی جماعت میں مدام مومنین سے عداوت و دشمنی رکھنے والے بعض یہودی ہیں خدا نے قرآن مجید میں دشمنوں کے عمومی و کلی اوصاف کو بیان کیا ہے لیکن اس عمومیت کے باوجود بعض دشمنوں کے اوصاف کے ساتھ ان کے نام کا بھی ذکر کیا ہے کہ جس میں یہودی سر فہرست ہیں۔

ہم جب عصر پیامبر عظیم الشان کے منافقین کی تاریخ کی تحقیق کرتے ہیں تو منافقین کے روابط کے شواہد یہودی کے تینوں گروہ بنی قینقاع، بنی نظیر، بنی قریظہ میں پائے جاتے ہیں۔

### اغیار سے منافقین کے روابط کا فلسفہ

وہ اہم نکتہ جس کی اس فصل میں تحقیق ہونی چاہئے یہ کہ اغیار سے منافقین کے ارتباط کی حکمت کا پس منظر کیا ہے، وہ کن مضمرات کی بنا پر اس سیاست کے پجاری ہیں، قرآن مجید منافقین کے اغیار سے روابط کی ریشہ یابی کرتے ہوئے دو وجہ کو بیان کر رہا ہے:

#### ۱۔ تحصیل عزت

منافقین اپنے اس رویہ و طرز عمل کے ذریعہ محبوبیت و شہرت، عزت و منصب کے طلب گار ہیں، منافقین اغیار کے زیر سایہ خواہشات نفسانی کی تکمیل کے آرزو مند ہیں، شرک کا آشکار ترین جلوہ، وقار و عزت کو کسب کرنے کے لئے غیر (خدا) سے تمسک کرنا ہے۔

(و اتّخذوا من دون اللہ الہةً لیکونوا لہم عزا ۷۸)

اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے خدا اختیار کر لئے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے باعث عزت رہے (کیا خیام خیالی ہے!)۔

اسی طریقہ سے منافقین جو باطن میں مشرک ہیں، اغیار سے وابستگی و تعلقات کے ذریعہ عزت و آبرو کسب کرنا چاہتے ہیں۔

(الذین یتّخذون الکافرون اولیاء من دون المؤمنین یتتغون عنہم العزة فان العزة لله جمیعا ۷۹)

جو لوگ مومنین کو چھوڑ کر کفار کو ولی و سرپرست بناتے ہیں، کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کر رہے ہیں جب کہ ساری عزت صرف اللہ کے لئے ہے۔

خداوند تبارك و تعاليٰ نے عزت کو اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے، پیامبر عظیم المرتبت (ص) اور صاحبان ایمان کی عزت کا سرچشمہ عزت الہی ہے، منافقین عدم ایمان کی بنا پر اس کو درک کرنے سے قاصر ہیں۔

(وللّٰه العزّة و لرسوله و للمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون (٨٠))

ساری عزت اللہ، رسول، اور صاحبان ایمان کے لئے ہی ہے اور منافقین یہ جانتے بھی نہیں ہیں۔

قرآن کریم فقط اللہ تعالیٰ کے وجود اقدس اور جہان کے حقیقی صاحب عزت (محبوب) سے تمسک کو عزت و عظمت کا سرچشمہ جانتا ہے۔

(من كان يريد العزّة فللّٰه العزّة جميعا (٨١))

جو شخص بھی عزت کا طلب گار ہے وہ یہ سمجھ لے کہ عزت سب پروردگار کے لئے ہے۔

اسی ذیل کی آیت میں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ تحصیل عزت کا واحد راستہ خدا کی اطاعت و فرمان برداری ہے۔

((ان الله يقول كلّ يوم انا ربّكم العزيز فمن اراد عزّ الدارين فليطع العزيز (٨٢))

خداوند عالم ہر روز اعلان کرتا ہے کہ میں تمہارا عزت دار پروردگار ہوں جو شخص بھی آخرت و دنیا کی عزت کا خواہش مند ہے اسے چاہئے کہ حقیقی صاحب عزت کا مطیع و فرمانبردار ہو۔

شاید کوئی فرد خدا کی اطاعت کئے بغیر کسی اور طریقہ سے عزت کا حصول کر لے، لیکن یہ عزت وقتی و کھوکھلی ہوتی ہے یہی عزت اس کے لئے ذلت کا سبب بن جاتی ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

((من اعتر بغیر الله اهلكه العز (٨٣))

جو شخص غیر خدا سے عزت یافتہ ہے وہ عزت اس کو تباہ کر دے گی۔

((العزيز بغیر الله ذليل (٨٤))

وہ عزت جو غیر خدا کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے ذلت میں تبدیل ہو جایا کرتی ہے۔

قرآن کی نظر میں وہ عزت جو خدا کی طرف سے عطا نہ ہو وہ تار عنکبوت کے مانند ہے جس کا شمار غیر مستحکم ترین گھروں میں ہوتا ہے۔

(مثل الذين اتّخذوا من دون الله اولياء كما مثل العنكبوت اتّخذت بيتاً و إنّ اوھن البيوت لبيت العنكبوت لو كانوا يعلمون (٨٥))

اور جن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنائے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے کہ اس نے گھر تو بنا لیا لیکن سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے اگر ان لوگوں کے پاس علم و ادراک ہو (تو سمجھیں)۔

یہ آیت منافقین کی وضعیت کو سلیس و دلربا مفہوم، خوش گفتار تشبیہ، دقیق مثال کے ذریعہ ترسیم کر رہی ہے۔

عنکبوت کے اشیانے بہت ہی نازک تار کے ذریعہ بنے ہوتے ہیں، نہ دیوار ہوتی ہے نہ چھت، دروازے اور صحن کی بات ہی الگ ہے اس کے میٹیریل اتنے کمزور ہوتے ہیں کہ کسی حادثہ کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے، بارش کے چند قطرے اس کو تباہ و برباد، آگ کے ہلکے شعلے اسے خاکستر، گرد و غبار کے خفیف جھٹکے اس کو صفحہ ہستی سے محو کرنے کے لئے کافی ہے کسی بھی مسئلہ میں غیر کدا پر اعتماد و اعتبار خصوصاً عزت و آبرو کسب کرنے کے لیے، یقیناً اسی نوعیت کے ہیں، بی ثبات و ناتواں، ناقابل بھروسہ، حوادث کے مقابلہ میں غیر مستحکم، غیر خدا جو بھی اور جیسا بھی ہو عزت و عظمت کا حامل ہے ہی نہیں کہ عزت بخشش و نچھاور کرسکے۔

اگر ہزاروں مکر و فریب کے بعد ظاہری طاقت و قوت حاصل کر بھی لی، اور کسی شخص کو عزت و مقام دے کر قابل عزت بنا بھی دیا تو بھی یہ (عزت) قابل اعتماد نہیں ہوسکتی اس لئے کہ جس وقت بھی ان کے منافع اقتضا کریں گے وہ بے درنگ اپنے صمیمی اتحادی گروہ کو ترک کردیں گے اور توانائی و قدرت حاصل ہونے کی صورت میں وہ تمہیں خاکِ ذلت پر بیٹھا دیں گے۔

## ۲. رعب وحشت

منافقین کا اغیار سے پیوستہ دوستانہ روابط کا ہونا، ان سے وحشت زدہ ہونے کی علامت ہے، ان کے خیال خام میں یہ آئندہ اوضاع و احوال پر مسلط نہ ہوجائیں، اس لئے ان سے خائف رہتے ہیں، یہ اس بنا پر بیگانوں سے دوستانہ روابط برقرار رکھتے ہیں کہ اگر ایک روز حکومت و طاقت ان کے ہاتھوں میں آجائے تو اپنی عزیز دنیا کو بچا سکیں، زندگی و حیات کا تحفظ کرسکیں، اسلام کے نظریہ کے مطابق وہ فرد جس کی روح و جان گوہر ایمان سے آراستہ ہوچکی ہے وہ صرف اللہ سے خائف رہتا ہے، غیر اللہ سے ذرہ برابر بھی وحشت زدہ نہیں ہوتا، اللہ کی سفارش یہ ہے کہ خوف و خشیت اس کے لئے ہو، اور کسی قدرت و طاقت سے خوفزدہ نہ ہوا جائے یہ فقط ایمان ہی کی بنا پر عملی ہوسکتا ہے۔

قرآن مجید انبیاء علیہم السلام کی تعریف ان صفات کے ذریعہ کر رہا ہے:

(الذین یلّعون رسالات اللّٰہ و یخشونہ ولا یخشون احدا الا اللّٰہ (۸۶)

وہ لوگ جو اللہ کے پیغام کو پہنچاتے ہیں دل میں اسی کا خوف رکھتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔

پیغمبران الہی اور حقیقی صاحبان ایمان صرف یہی نہیں کہ غیر اللہ کی قدرت و طاقت سے ہراساں نہیں ہوتے، بلکہ جس قدر ان کو خوفزدہ اور ہراساں کیا جاتا ہے اسی اعتبار سے ان کا ایمان و اعتماد خدا کی طاقت و قدرت پر زیادہ ہی ہوتا جاتا ہے۔

(الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا و قالوا  
حسبنا الله ونعم الوكيل (۸۷))

یہ وہ ایمان والے ہیں کہ جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے  
لئے عظیم لشکر جمع کر لیا ہے لہذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ  
ہو گیا۔ اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔

مذکورہ آیت میں زیادتی ایمان اور خدا پر توکل، نیز خوف الہی اور دلوں میں اس  
کی عظمت ایک فطری امر ہے۔

افراد جس قدر خدا کی عظمت، قدرت، شوکت، کو زیادہ سے زیادہ درک کریں اور  
خالص وحدانیت سے نزدیک تر ہوں، تمام قدرت و اقتدار ان کی نظروں میں پست سے  
پست نظر آئیں گے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام متقین کے صفات کے سلسلہ میں  
فرماتے ہیں:

((عظم الخائق في انفسهم فصغر ما دونه في اعينهم (۸۸))

خالق ان کی نگاہ میں اس قدر عظیم ہے کہ ساری دنیا نگاہوں سے گر گئی  
ہے۔

اگر انسان خدا سے ویسے ہی خائف رہے جیسا کہ خائف ہونے کا حق ہے  
اور محبت خدا سے اس کا قلب لبریز ہو تو سب کے سب اس کی عظمت کے  
معتبر اور محبت کے قائل ہوجائیں گے لیکن اگر حریم پروردگار کہ جس کے لئے  
شائستہ و سزاوار ہے، رعایت نہ کی، تو ہر شی سے وہ خوف زدہ و مقہور رہتا  
ہے، مجاہدین راہ حقیقت و ہدایت کی صلابت و استقامت نیز راہ حق و ہدایت سے  
منحرفین کی دائمی تشویش اور اضطراب کا راز یہی ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

((من خاف الله اخاف الله منه كل شيء ومن لم يخف الله اخافه الله من كل  
شيء (۸۹))

جو خدا سے خائف ہوتا ہے خدا ہر شی سے اس کے خوف کو ختم کر دیتا  
ہے اور جو خدا سے خائف نہیں ہوتا خدا اس کو ہر شی سے مرعوب کر دیتا ہے۔

وہ منافقین جو ادنیٰ درجہ کے ایمان سے خالی ہیں اور توحید کے معانی درک  
کرنے سے قاصر، مادہ پرست طاقتوں کی وحشت و ہیبت اس قدر ان کے افکار پر  
طاری ہے کہ ان سے ایجاد روابط کے لئے کوشاں ہیں کہ آئندہ کہیں یہ تسلط پیدا  
نہ کر لیں۔

(فتري الذين في قلوبهم مرض يسارعون فيهم يقولون نخشي ان تصيبنا دائرة  
فعصي الله ان ياتي بالفتح أو أمر من عنده فيصبحوا علي ما اسروا في انفسهم  
نادمين (۹۰))

پیامبر! آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر  
ان کی طرف (یہود و نصاریٰ) جا رہے ہیں اور یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ ہمیں گردش

زمانہ کا خوف ہے پس عنقریب خدا اپنی طرف سے فتح یا کوئی دوسرا امر لے آئے گا تو اپنے دل کے چھپائے ہوئے راز پر پشیمان ہوجائیں گے۔

بیگانوں و اغیار سے منافقین کے ایجاد روابط کا فلسفہ یہ ہے کہ اگر آئندہ اغیار مسلمانوں پر غالب ہوجائیں تو اپنے مخفی ارتباط کے صلہ میں حیات اور اموال کا تحفظ کرسکیں، قرآن مجید منافقین کے اس طرز فکر و منطق کا جواب مذکورہ آیت سے دے رہا ہے، قضیہ کے اس پہلو کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے کہ اگر مسلمانوں کو فتح و کامرانی ملی تو یہ صاحب قدرت و سطوت ہوں گے اس صورت میں تمہارا کیا حال ہوگا؟ یقیناً اہل اسلام فاتح و کامیاب ہوں گے اور تم (منافقین) اپنی زشت حرکات اور غلط افعال کی وجہ سے پشیمان و شرمندہ ہوگے۔

## ولایت ستیزی

### ولایت اور اسلام میں ولایت پذیری

منافقین کی سیاسی رفتار و کردار کی دوسری خصوصیت و صفت، ولایت ستیزی ہے اس بحث کی تحقیق سے قبل، مقدمہ کے عنوان سے بہ طور اختصار، اسلام کی نگاہ میں ولایت پذیری اور ولایت کی منزلت و مقام کے سلسلہ میں کچھ باتیں عرض کرنا ضروری ہے تاکہ منافقین کی ولایت ستیزی نیز رفتار و سیاست کو قرآنی شواہد کی روشنی میں تحقیق کی جاسکے۔

اسلام کی نگاہ میں ولایت اور ولایت پذیری، اصول اعتقادی و عملی دونوں ہی سے مرتبط ہے، اصول اعتقادی کی بنیاد پر نبوت و امامت کا تعلق عقائد اور اصول دین سے ہے، اصول عملی کی بنیاد پر ولی کی اطاعت کا واجب ہونا اثبات ولایت کا لازمہ ہے، یعنی ولی کی اطاعت اور اس کے دستور و حکم کو قبول کرنا اسی وقت ہوگا جب اسے ہم اپنے اوپر حاکم قرار دیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ایک حدیث میں اسلام کے عملی عمود و ستون کا ذکر کرتے ہوئے ولایت کو اہم ترین ستون قرار دیتے ہیں۔

((بنی الاسلام علی خمس علی الصلوٰۃ و الزکاۃ و الصوم و الحج و الولایۃ ولم یناد بشیء ما نودی بالولایۃ)) (۹۱)

اسلام کی بنا پانچ (عملی ستون) پر واقع ہے نماز، زکاۃ، روزہ، حج، ولایت، کسی بھی موارد کی، ولایت کے مثل سفارش نہیں کی گئی ہے۔

قرآن کریم اور روایات میں تولاً اور ولایت پذیری، محبت اور قلبی لگاؤ کے مرتبے سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے، اسلام میں مسئلہ ولایت کا پایا جانا، اسلام کے سیاسی نظریہ کے اہم ترین مہانی میں سے ہے، ولایت، نظام اسلامی کے فقرات کے مثل ہے۔

اگر چہ قرآن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی گفتگو ہے، لیکن یہ ولایت حاکمیت کے معنا میں ہے، ولایت پذیری، یعنی ولایت کے دستور و احکام کی عملی اطاعت اگر چہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کی محبت و مودت کا دینی اقدار کی بنا پر ایک الگ ہی مقام ہے۔

(النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم) (۹۲)

بے شک نبی (ص) تمام مومنین سے ان کے نفس کی بہ نسبت زیادہ اولیٰ ہے۔  
(انما ولیکم اللہ ورسولہ و الذین آمنوا الذین یقیمون الصلّٰتہ و یؤتوں الزکّٰتہ و ہم راکعون) (۹۳)

ایمان والو! پس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

نبوت و امامت کا لازمہ حاکمیت و ولایت کا وجود ہے، ان لوگوں کی ولایت کی مشروعیت (جواز) کا منشا وہی ہے جس نے ان کو رسالت اور امامت عطا کی ہے۔

(وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ) ( ۹۴)

اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا ہے مگر صرف اس لئے کہ حکم خدا سے اس کی اطاعت کی جائے۔

ولایت پذیری، کمال مطلق سے عشق و محبت کا جلوہ ہے اور الہی حاکمیت کو قبول کرنے کا لازمہ ہے۔

وہ شخص جس کے وجود میں توحید خالص نیز کمال حقیقی کی محبت کی جڑیں مضبوط ہوں گی اور وہ محبوب الہی کا اشتیاق مند ہوگا یقیناً وہ ولایت پذیر ہوگا۔

(قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ ) (۹۵)

ای پیامبر! کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا۔

اس اعتبار سے مومنین، حقیقی ولایت کو قبول کرنے والے ہیں قرآن کے صریح دستورات کی پیروی کرتے ہوئے خداوند عالم کی طرف سے نصب شدہ ولی کو قبول کرنا مومنین کے صفات میں سے ہے،

(انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینہم ان یقولوا سمعنا و اطعنا و اولئک ہم المفلحون ) (۹۶)

مومنین کو تو خدا و رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ فیصلہ کریں تو ان کا قول صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، اور یہی لوگ درحقیقت فلاح پانے والے ہیں۔

قرآن کی روشنی میں سعادت کا یک و تنہا راستہ یہی ہے، اولیا حق کی محبت کے راستہ سے خارج ہونا باطل اور طاغوت کی آغوش میں گر پڑنا ہے، اس لئے کہ حق کے بعد باطل کے علاوہ کچھ بھی نہیں ۹۷

(و من یطع اللہ ورسولہ و یخش اللہ و یتقہ فاولئک ہم الفائزون ) (۹۸)

اور جو بھی اللہ و رسول کی اطاعت کرے گا اور اس کے دل میں خوف خدا ہوگا اور وہ پرہیز گاری اختیار کرے گا تو وہی کامیاب کہا جائے گا۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ائمه اطہار علیہم السلام کے بلند پایہ اور ممتاز اصحاب، ولایت پرستی کے بلند مقام پر فائز تھے اور اس پر افتخار کیا کرتے تھے، عبد اللہ بن ابی یغفور اس گروہ میں سے ہیں وہ مفسر قرآن تھے اور کوفہ میں درس تفسیر دیا کرتے تھے، حضرت امام صادق علیہ السلام آپ سے بے حد محبت و احترام کرتے تھے، امام صادق علیہ السلام ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

((ما وجدت احدا يقبل وصيتي ويطيع امري الا عبد الله بن ابى يعفور ((۹۹))

کسی کو عبد اللہ بن ابی یغفور جیسا نہیں پایا وہ میرے دستورات و نصائح کو قبول کرتے ہیں اور میرے حکم کے فرمان بردار ہیں۔

بغیر قید و شرط کے ولایت پذیری ان کی ممتاز خصوصیت تھی، ایک دن امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اگر آپ ایک انار دو حصے میں تقسیم کریں، اس کے ایک حصے کو حلال دوسرے حصے کو حرام بتائیں، آپ کے حلال بتائے ہوئے حصے کو حلال اور حرام حصے کو حرام سمجھوں گا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے ان کی اس ارادت و اطاعت کو دیکھتے ہوئے فرمایا: ((رحمك الله)) خدا تم کو مشمول رحمت قرار دے۔

### ولایت کے مسئلہ میں منافقین کی روش

قرآن کریم سے استفادہ ہوتا ہے کہ عمیق و خالص نفاق کی علامت، عدم قبولیت ولایت اور ولایت ستیزی ہے۔

(و يقولون آمنا بالله و بالرسول و اطعنا ثم يتولّون فريق منهم من بعد ذلك وما اولئك بالمؤمنين و اذا دعوا الي الله و رسوله ليحكم بينهم اذا فريق منهم معرضون (۱۰۰))

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں، اور ان کی اطاعت کی ہے، اور اس کے بعد ان میں سے ایک فریق منہ پھیر لیتا ہے، یہ واقعاً صاحبان ایمان نہیں ہیں، اور جب انہیں خدا و رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان میں سے ایک فریق کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

مذکورہ آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور ایک فرد کے درمیان جس نے آپ سے زمین خریدی تھی اختلاف در پیش ہوا وہ مرد اس پتھر کی بنا پر جو زمین میں تھے معیوب قرار دے رہا تھا اور معاملہ کو فسخ کرنا چاہتا تھا امام علی علیہ السلام نے قضاوت کے لئے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش کش کی، لیکن حکم بن ابی العاص جس کا شمار منافقوں میں ہوتا تھا اس نے خریدار کو ور غلایا کہ اگر رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ گے تو وہ حضرت علی علیہ السلام کے فائدہ میں فیصلہ کریں گے کیونکہ علی علیہ السلام ان کے چچا زاد بھائی ہیں۔

یہ آیت اسی مناسبت سے نازل ہوئی اور حکم بن ابی العاص کی شدت سے سرزنش کی اور اس بات کا اضافہ بھی کیا کہ، اگر حق ان کے ساتھ ہو اور فیصلہ ان کے حق میں ہوتا ہے تو وہ دست بستہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں لیکن اب جب کہ وہ جانتے ہیں کہ حق ان لوگوں کے ساتھ نہیں تو پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قضاوت سے منہ موڑ لیتے ہیں ۱۰۱

منافقین، حق کی حکومت اور اسلامی نظام کی حاکمیت کے دشمن ہونے کی بنا پر طاغوت کے قبضہ و دبدبہ کو وجود بخشنے کی فکر میں رہتے ہیں، ہمیشہ اسلامی نظام کے اہم ترین رکن، ولایت سے برسر پیکار رہے ہیں، مختلف اطوار سے اپنے اس کینہ و عداوت کو بروئے کار لاتے ہیں۔ حقیقی ولایت پرستی، اور ولایت پرست ہونے کا نعرہ بلند کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، منافقین نہ صرف یہ کہ زبان سے ولایت کو قبول نہ کرنے کا اظہار نہیں کرتے بلکہ ولایت پذیری کے نعروں کے ذریعہ اپنے کو سب سے زیادہ ولایتی فرد بتاتے ہیں، لیکن پس پردہ ولایت ستیزی و ولایت کے خلاف عملی اقدام کی فکر و ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

## ولایت ستیزی کے عملی مناظر

جس طریقہ سے صاحبان ایمان کی ولایت پرستی اور ولایت پذیری کے خاص عملی جلوے نظر آتے ہیں، منافقین کی بھی ولایت ستیزی کی جلوہ افروزی کم نہیں، ان جلوے اور مناظر کے ذریعہ، تحریک نفاق کی شناخت بخیر و خوبی کی جاسکتی ہے قرآن مجید منافقین کی ولایت سے برسر پیکار عملی جلوے و مناظر کے چند نمونے پیش کر رہا ہے۔

### ۱۔ دینی حکومت و حاکمیت کو قبول نہ کرنا

منافقین کی ولایت ستیزی کا ایک عملی نمونہ ان کا دینی حکومت و اسلامی نظام کی حاکمیت کو قبول کرنے سے انکار کرنا ہے، اسلام کے سیاسی نظریہ میں ولایت، اسلامی نظام کا اہم ترین، رکن ہے بغیر ولایت کے حکومت کا نظام ایک طاغوتی نظام ہے۔

قرآن کریم کے پیش نظر ایمان کا معیار و پیمانہ ولایت کے دستور و احکام کو از حیث قلب و عمل قبول و تسلیم کرنا ہے۔

(فلا و ربك لا يؤمنون حتي يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت و يسلموا تسليما (۱۰۲))

پس آپ کے پروردگار کی قسم یہ ہرگز صاحبان ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کر دیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں، اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہوجائیں۔

روایات میں بھی اس نکتہ کی تصریح کی گئی ہے، اس عصر و زمان میں جب کہ اسلامی نظام و حکومت قائم نہیں ہے، اہل بیت اطہار علیہم السلام کے افکار کے مقلدین کو طاغوت کی حاکمیت قبول نہیں کرنا چاہئے، اس حالت میں اسلامی نظام کی حاکمیت کے عصر میں ان کا وظیفہ بالکل عیاں و آشکار ہے، حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

((من تحاكم اليهم في حق او باطل فانما تحاكم الي الطاغوت وما يحكم له فانما ياخذ سحتا وان كان حقه ثابتا لانه اخذه بحكم الطاغوت و قد امر الله ان يكفر به (۱۰۳))

کسی شخص کا اپنے اس حق کے لئے جو ضائع ہو گیا ہے یا باطل دعویٰ کے سلسلہ میں ان (اہل باطل و ظالم) کے پاس جانا یعنی محاکمہ کے لئے طاغوت کے پاس جانے کے مترادف ہے، اور جو کچھ ان کی حکمیت کے ذریعہ حاصل کیا ہے وہ

حرام ہے چاہے اس کا حق ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ اپنے حق کو طاغوت کے ذریعہ حاصل کیا ہے، حالانکہ خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔

نفاق کی اہم خصوصیت، دینی حکومت کا انکار اور اغیار کی حکومت و حاکمیت کا اقرار کیا ہے، منافقین پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین و مذہب کی حاکمیت کو قبول نہیں کرتے ہیں، لیکن طاغوت کی حاکمیت کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں۔

(الم تر الذين يزعمون انهم آمنوا بما انزل اليك وما انزل من قبلك يريدون ان يتحاكموا الي الطاغوت وقد امروا ان يكفروا به (١٠٤))

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا خیال یہ ہے کہ وہ آپ پر اور آپ کے پہلے نازل ہونے والی چیزوں پر ایمان لے آئیں ہیں اور پھر یہ چاہتے ہیں کہ سرکش لوگوں کے پاس فیصلہ کرائیں جب کہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔

تفاسیر کی کتب میں آیا ہے کہ ایک منافق کا یہودی فرد سے اختلاف ہو گیا یہودی شخص نے اس منافق کو پیامبر عظیم الشان (ص) کی قضاوت قبول کرنے کی دعوت دی، کہا تمہارے پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حکم بھی کریں گے اس کو قبول کرلوں گا، لیکن اس منافق نے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمیت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اسے کعب بن اشرف یہودی کی حکمیت کی دعوت دی، مذکورہ آیت منافقت کی غلط سیاست و رفتار کی سرزنش کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے ۱۰۵

منافقین ہمیشہ پیامبر عظیم الشان کے دستورات و احکام سے مقابلہ اور صف آرائی میں مشغول رہتے تھے، نہ خود ہی حق و حقیقت کی اطاعت کرتے تھے اور نہ ہی دوسروں کو اس کی اجازت دیتے تھے۔

(اذا قيل لهم تعالوا الي ما انزل الله و الي الرسول رأيت المنافقين يصدون عنك صدودا) (١٠٦)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حکم خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آؤ تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ شدت سے انکار کرتے ہیں۔

منافقین نہ صرف یہ کہ دین کی حاکمیت کو قبول نہیں کرتے اور خود کو اس کے حوالہ نہیں کرتے، بلکہ مدام اسلامی نظام کی حاکمیت اور دین و مذہب کی قدرت کی تضعیف و تحقیر میں مشغول رہتے ہیں۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاکمیت کو ضعیف و کمزور کرنے کے لئے منافقین کے طریقہ کار میں سے ایک، اقتصادی ناکہ بندی اور مشکلات کی ایجاد، کا حربہ تھا جس کا استعمال ہمیشہ دشمنوں نے کیا ہے اور آج بھی اسلامی نظام کی تضعیف کے لئے اس حربہ سے استفادہ ہو رہا ہے۔

(هم الذين يقولون لا تنفقوا علي من عند رسول الله حتي ينفصوا) (١٠٧)

یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے ساتھیوں پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں۔

پیامبر رحمت (ص) کے سلسلہ میں عبد اللہ ابن ابی کی سازش یہ تھی کہ ہر قسم کا معاملہ اور خرید و فروخت، مہاجرین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی افراد سے ممنوع قرار دیا جائے تاکہ اقتصادی و معاشی کی بنا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی ان کے اطراف سے منتشر ہوجائیں۔

بالکل وہی پالیسی جو مشرکین قریش نے مکہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انجام دی تھی، قریش کے سر کردہ افراد نے ایک پیمانہ کو ترتیب دیا اور دستخط کے بعد خانہ کعبہ کی دیوار پر آویزاں کردیا، اس عہد و پیمانہ کی بنا پر ہر قسم کے اقتصادی معاشرتی روابط مسلمانوں سے ممنوع تھے، کسی کو بھی حق نہ تھا کہ بنی ہاشم، پیامبر، اور ان کے اصحاب سے رشتہ داری کے روابط برقرار کرے، نیز بنی ہاشم سے ہر قسم کی دفاعی قرار داد کا انعقاد بھی ممنوع کردیا گیا تھا۔

اس سازش کو عملی جامہ پہنایا گیا لیکن وہ تمام صعوبت اور رنج و تکلیف جو اس قرار اور پیمانہ کی بنا پر مسلمان شکار ہوئے، اہل اسلام کی استقامت و صبر کی بنا پر مشرکین کے سارے پروگرام نقش بر آب ہو گئے، اور اسلام کی طاقت و اقتدار میں اضافہ ہوتا رہا۔

تعجب آور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی پروگرام آپ کے وصی و جانشین اور خلیفہ برحق حضرت علی علیہ السلام پر جاری کیا گیا، حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے فدک غصب کر لیا گیا تاکہ حضرت علی علیہ السلام کی اقتصادی درآمد کے وسیلہ کو ختم کردیا جائے۔

## ۲. ولایت کے دستورات و احکام کی عملی مخالفت

منافقین کی ولایت کی عدم قبولیت کا ایک اور نمونہ، ولی کے فرامین کی عملی مخالفت ہے، سورہ نور کی آیت نمبر اکاون جو اس سے قبل پیش کی گئی ہے، ولایت کے اوامر کی سماعت اور اس کی اتباع، حقیقی صاحبان ایمان کے اوصاف و صفات میں شمار کیا گیا ہے، لیکن منافق دین کی حکمیت کو قبول نہیں کرتے ہیں، ظاہر میں پیروی کا ادعا کرتے ہیں، مگر اعمال میں ولی کے فرمان کی مخالفت کرتے ہیں۔

(ویقولون طاعة فاذا برزوا من عندك بيت طائفة منهم غير الذي تقول (۱۰۸))

اور یہ لوگ پہلے اطاعت کی بات کرتے ہیں، پھر جب آپ کے پاس سے باہر بکلتے ہیں تو پھر ایک گروہ اپنے قول کے خلاف تدبیریں کرتا ہے۔

قرآن کریم نے ایمان اور نفاق کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے معاشرتی و سیاسی میدان میں حضور کو، معیار و محک قرار دیا ہے، صرف پیامبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے اس میدان کو ترک کیا جاسکتا ہے۔

(انما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله و اذا كانوا مع علي امر جامع لم يذهبوا حتي يستأذنه ان الذين يستأذنونك اولئك الذين يؤمنون بالله ورسوله (۱۰۹))

مومنین صرف وہ افراد ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہوں اور جب اجتماعی کام میں مصروف ہوں تو اس وقت تک کہیں نہ جائیں جب تک اجازت حاصل نہ ہوجائے، بے شک جو لوگ آپ سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہی اللہ و رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔

مذکورہ آیت کے مصادیق میں سے ایک غسیل الملائئہ (ملائکہ کے ذریعہ غسل دئے ہوئے) حنظلہ ہیں جناب حنظلہ کی شادی ہی کی شب، مسلمان احد کے لئے حرکت کر رہے تھے، جناب حنظلہ نے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ایک شب شریک حیات کے پاس گزار کر صبح کو احد میں حاضر ہو جائیں گے، آپ نے اجازت بھی فرمادی جناب حنظلہ دوسرے روز احد پہنچ کر جنگ کے لئے آمادہ ہوئے اور اسی جنگ میں درجہ شہادت پر فائز بھی ہوئے، پیامبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت کے بعد فرمایا: حنظلہ کو ملائکہ غسل دے رہے تھے۔

جناب حنظلہ کے عمل کے نقطہ مقابل، جنگ خندق میں منافقین کی حرکت ہے، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جنگ میں خندق بنانے کے لئے، دس دس افراد کا دستہ بنا کر ایک ایک حصہ ان کے حوالہ کر دیا تھا جس وقت منافقین مسلمانوں کی چشم سے پوشیدہ ہوتے تو فریضہ سے سر بیچی کرتے اور جب مسلمان کی آہٹ پاتے تو مشغول ہوجاتے ذیل کی آیت منافقین کے زشت فعل کو بیان کر رہی ہے۔

(قد يعلم الله الذين يتسللون منكم ولو اذاً فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنه او يصيبهم عذاب اليم ( ۱۱۰ )

اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے خاموشی سے الگ ہوجاتے ہیں لہذا جو لوگ حکم خدا کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس امر سے ڈریں کہیں ان تک کوئی فتنہ پہنچ جائے یا کوئی درد ناک عذاب نازل ہوجائے۔

دوسری آیت جو منافقین کی، دستورات پیامبر (ص) سے عملی مخالفت کو بیان کر رہی ہے، سورہ توبہ کی آیت نمبر اکاسی ہے، خداوند عالم اس آیت اور بعد والی آیت میں منافقین کے عمل کی شدت سے سرزنش و توبیخ کرتے ہوئے سخت عذاب کا وعدہ دے رہا ہے۔

(فرح المخلفون بمقعدهم خلاف رسول الله و كرهوا ان يجاهدوا باموالهم وانفسهم في سبيل الله وقالوا لا تنفروا في الحر قل نار جهنم اشد حرا لو كانوا يفقهون فليضحكوا قليلا و ليكفوا كثيرا جزاء بما كانوا يكسبون (۱۱۱)

جو لوگ جنگ تبوک میں نہیں گئے وہ رسول اللہ کے پیچھے بیٹھے رہ جانے پر خوشحال ہیں اور انہیں اپنے جان و مال سے راہ خدا میں جہاد ناگوار معلوم ہوتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ تم لوگ گرمی میں نہ نکلو تو اے پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کہہ دیجئے کہ آتش جہنم اس سے زیادہ گرم ہے اگر یہ لوگ کچھ سمجھنے والے ہیں اب یہ لوگ ہنسیوں کم اور روئیں زیادہ کہ یہی ان کے کئے کی جزا ہے۔

جیسا کہ آیت کے لحن و طرز سے ظاہر ہے منافقین رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شریک نہیں ہوتے تھے اور وہ اپنے اس زشت عمل سے نادم و پشیمان ہونے کے بجائے اس خلاف ورزی سے خوش حال اور مسرور بھی رہتے تھے، وہ صرف یہی نہیں کہ خود میدان جنگ میں شریک نہ ہوتے بلکہ اپنی مغرنا نہ و معاندانہ تبلیغ سے جہاد پر جانے والوں کو روکتے بھی تھے۔

ولایت ستیزی کے زمرہ میں منافقین کا ایک اور عملی شاہکار، حریم ولایت کی حرمت کو پامال کرنا ہے۔

قرآن مجید نے ولایت کی حریم کو معین کر دیا ہے اور اس حریم کا تحفظ و احترام، اہل اسلام کا وظیفہ ہے، پہلی حریم یہ ہے کہ جب صاحب ولایت کی طرف سے کوئی حکم صادر ہو، بغیر کسی چون و چرا کے اطاعت کی جائے اگر ولی یعنی صاحب ولایت کی اطاعت نہ ہو تو اسلامی نظام کہیں کا نہیں رہے گا۔

(وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضلّ ضلّالا مبينا (۱۱۲))

اور کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار نہیں ہے کہ جب خدا و رسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار بن جائے اور جو بھی خدا و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا۔

صاحب ولایت کی طرف سے فرمان و حکم جاری ہوجانے کے بعد اظہار نظر، ذاتی سلیقہ و روش، اشکال تراشی کی کوئی گنجائش نہیں منافقین صاحب ولایت کے فرامین کی مخالفت و روگردانی سے ولایت کی حریم کو پامال کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اس فعل کے ذریعہ دوسروں کو بھی نافرمانی کی تشویق دلاتے ہیں۔

سورہ توبہ کی آیت نمبر اکاسی میں پیامبر عظیم الشان (ع) کے فرمان کی، مخالفین کے ذریعہ روگردانی و مخالفت، نیز ان کی خوشحالی و رضایت کا ذکر، صراحتاً ہوجکا ہے، البتہ فرامین کا بغیر چون و چرا اجرا کرنے کا مطلب، مشورت و نصیحت نیز یاد دہانی کے متعارض نہیں ہے۔

جب تک منصب ولایت کی طرف سے کوئی حکم و دستور کا صدور نہ ہوا ہو، نہ صرف یہ کہ افراد نصیحت و مشورہ کا جواز رکھتے ہیں بلکہ "النصيحة لائمة المسلمين" کی بنا پر اپنے نظریات و خیالات کا صاحب ولایت کے محضر میں بیان کرنا واجب ہے لیکن جب ولی نے کسی امر کی تصمim گیری کر لی ہے تو سب کا وظیفہ اطاعت و فرماں برداری ہے، حتیٰ وہ افراد بھی جو مشورت کے مرحلے میں اس تصمim و عمل کے مخالف نظر تھے یعنی کوئی بھی فرد، مخالف نظر، کا عذر پیش کرتے ہوئے اطاعت سے روگردانی نہیں کرسکتا ہے۔

ابن عباس، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو مشورے دیتے ہیں کہ آپ معاویہ کو شام میں رہنے دیں اور بصرہ و کوفہ کی امارت طلحہ و زبیر کے سپرد کر دیں حالات آرام ہوجانے کے بعد ان کو معزول کر دیں، امام علی علیہ السلام نے ابن عباس کا مشورہ رد کرتے ہوئے فرمایا:

((لا افسد ديني بدنيا غيري لك ان تشير علي و اري فان عصيتك فاطعني)) (۱۱۳)

میں اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کے لئے تباہ و برباد نہیں کرسکتا، تمہیں مجھے مشورہ دینے کا حق حاصل ہے، اس کے بعد رای میری ہے، لہذا اگر میں تمہارے خلاف رای قائم کر لوں تو تمہارا فریضہ ہے کہ میری اطاعت کرو۔

بہت زیادہ روایات، اسلامی معاشرے کے قائدین کی نصیحت و خیر خواہی کے سلسلہ میں آئی ہیں، نصیحت و خیر خواہی ایک قیمتی شیء اور لوگوں کے لئے

ايك فريضة هے حضرت امام علي عليه السلام اشخاص پر رهبر و رهنما كے حقوق ميں ايك نصيحت و رهنمائي كو سمجھتے هيں۔

((و امام حقي عليكم..... النصيحة في المشهد والمغيب ((114))

ميرا حق تم پر يہ هے کہ باطن و ظاہر ميں نصيحت و خير خواهي كو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

اسي طريقہ سے حضرت علي عليه السلام نے پيامبر اسلام صلي الله عليه وآله وسلم اور اپنے نيك و ممتاز اصحاب كي تجليل و تكريم كے بعد، ان سے چاہتے هيں کہ خالصانہ نصيحت سے ان كي مساعدت كريں۔

((.....))فاعينوني بمنا صحتة خلية من الغش سليمة من الريب ((115))

مجھے خالصانہ و ہر قسم كے شك و ترديد سے جدا، نصيحت سے ميري مدد و نصرت کرو۔

نصيحت و خير خواهي سب كے لئے، خصوصاً معاشرہ كے افراد كي نصيحت اسلامي نظام كے رهبر كے لئے، ايك قيمتي شي اور فريضة هے، اس شرط كے ساتھ کہ واقعي مصداق نصيحت هو، اس لئے کہ كينہ پروري كي بنا پر عيب كي تلاش، در حقيقت نصيحت نہيں هے، معرکہ آرائي، بے مورد اتيہام، ايك طرفہ و شتاب زدہ فيصلہ وغيرہ نصايح نہيں هيں۔

اس نکتہ كي طرف بھي توجہ مرکوز هوني چاہئے کہ، ولائي اوامر، ميں خواہ ولائي معصوم (ع) ، خواہ ولائي ولي فقيه، ميں مطيع فرماں بردار هونا چاہئے اور يہ وہ نکتہ هے جسے قرآن كريم نے بھي بيان كيا هے، اور علم فقہ ميں بھي (حاکم كے حكم كو دوسرے مجتہد كا نقض كرنا حرام هے) كے تحت ذكر كيا گيا هے۔

ليکن جہاں حكم، الهي و شرعي نہ هو، ہر مسلمان كو نظر كے اظہار كا حق هے، كبھي بھي پيامبر عظيم الشان صلي الله عليه وآله وسلم اس نوع كے اظہار كو منع نہيں كرتے تھے بلکہ تعريف و تشويق بھي كرتے تھے۔

جنگ احزاب ميں رسول اكرم صلي الله عليه وآله وسلم نے حضرت سلمان (رض) كي خندق بنانے كي فكر و نظر اور خير خواهي كو قبول كرتے ہوئے مورد تاكيد بھي قرار ديا، حضرت سلمان (رض) نے پيامبر صلي الله عليه وآله وسلم سے عرض كيا، فارس علاقہ ميں جب بھي دشمن كا خطرہ هوتا هے شہر كے اطراف ميں خندق كھود كر دشمن كي پيش قدمي كو روكا جاتا هے لہذا مدينہ كے اطراف ميں آسيب پذير علاقے جہاں دشمن وسائل جنگي كو آساني سے عبور دے سكتا هے، وہاں خندق كھود كر ان كي پيش قدمي كو روك ديا جائے، اور خندق كے اطراف ميں سوراخ و برج بنا كر دشمن كي نقل و حرکت پر نگاہ ركھتے ہوئے شہر كا دفاع كيا جائے، پيامبر اسلام صلي الله عليه وآله وسلم نے حضرت سلمان (رض) كي نظر كو منظور كرتے ہوئے خندق كھودنے ميں مشغول هوگئے ۱۱۶

ايك دوسري آيت تصريح كر رهي هے کہ صاحب ولايت كے فرامين سے همراهي لازم هے، اس كے اوامر پر سبقت ممنوع هے۔

(يا ايها الذين آمنوا لا تقدموا بين يدي الله ورسوله (117))

اے ایمان والو! خبردار خدا و رسول کے سامنے اپنی بات کو آگے نہ بڑھاؤ۔

خدا اور پیامبر سے سبقت لینا یعنی خدا و پیامبر (ص) کے باصراحت دستور و حکم کے سامنے شخصی طور و طریقہ کو استعمال کرنا، یا کسی دوسرے نظریہ کو بیان کرنا، ولایت سے سبقت لینا یعنی صاحب ولایت کی گفتار و اقوال کو کچھ اس طرح تفسیر و تشریح کرنا کہ اپنی پسند و خواہش کے مطابق ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس نوعیت کی تاویل کو مورد لعنت قرار دیا ہے۔

((قوم یزعمون انی اما مهم واللہ ما انا بامام لهم لعنہم اللہ کما سترت سرا ہتکوه اقول کذا وکذا فیقولون انما یعنی کذا و کذا فیقولون انما یعنی کذا و کذا انما انا امام من اطاعنی)) (۱۱۸)

بعض خیال کرتے ہیں کہ میں ان کا امام ہوں خدا کی قسم میں ان لوگوں کا امام نہیں ہوں خدا ان لوگوں پر لعنت کرے، میں جس راز کو مخفی رکھنا چاہتا ہوں وہ افشا کرتے ہیں، میں کسی قول کو پیش کرتا ہوں، وہ لوگ کہتے ہیں کہ امام کا مقصد یہ ہے وہ ہے (تاویل کرتے ہیں) میں صرف ان افراد کا امام ہوں جو میرے اطاعت گزار و فرمان بردار ہیں۔

بہر حال ولایت کی حریم میں سے ایک، بغیر چون و چرا صاحب ولایت کے احکام و دستور کی پیروی و اطاعت کرنا ہے۔

منافقین کا طرز عمل پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان و دستور کی خلاف ورزی، اور حضرت کے حریم کی حرمت شکنی تھا، لیکن جیسا کہ وضاحت کی گئی کہ معاشرے کے قائدین کے لئے ناصح و خیر خواہ کا لازم ہونا، چون و چرا کے بغیر اطاعت گزار و فرمان بردار ہونے سے کوئی تعارض و تضاد نہیں رکھتا ہے۔

ولایت کے لئے دوسری حریم جو قرآن بیان کر رہا ہے، ولایت کے احترام کا لازم ہونا ہے، قرآن مجید کا پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں صدا کو بلند نہ کرنے کا حکم دینا احترام ولایت کے مصادیق میں سے ہے۔

(یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا الہ بالقول کجہر بعضکم لبعض) (۱۱۹)

اے صاحبان ایمان خبردار! تم اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرنا، اور ان سے اس طرح بلند آواز میں بات نہ کرنا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

دوسری آیت میں بھی اسی قسم کے مفہوم کو پیش کیا گیا ہے۔

(لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً) (۱۲۰)

مسلمانوں! خبردار رسول کو اس طرح نہ پکارو۔ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

فوق کی دونوں آیات صاحب ولایت سے مومنین کے صحیح برتاؤ و رفتار کو بیان کرتے ہوئے پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منافقین کے زشت برتاؤ و روش کو بھی بطور کنایہ پیش کر رہی ہے، صاحب ولایت کے احترام کو تباہ کرنے

کے سلسلہ میں منافقین کا ایک اور حربہ، صاحب ولایت (ولی) کو سادہ لوحی کا خطاب دینا ہے۔

(ومنهم الذين يوذون النبي و يقولون هو اذن (۱۲۱)

ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیامبر کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو صرف کان والے خوش خیال و سادہ لوح) ہیں۔

ولایت کی حریم کو پامال کرنے کے لئے منافقین کی ایک دوسری روش صاحب ولایت (پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے افعال و رفتار پر تنقید کرنا تھا۔

حرقوص ابن زھیر جو بعد میں خوارج کا سرغنہ قرار پایا جنگ حنین کے غنائم کی تقسیم کے وقت رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا : عدالت سے تقسیم کریں حضرت نے فرمایا: مجھ سے عادل تر کون ہے؟ اس سوء ادب کی بنا پر ایک مسلمان نے اس کو ہلاک کرنا چاہا، پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اس کے کچھ مرید ہوں گے اور اتنی عبادت کریں گے کہ تم لوگ اپنی عبادت کو کم حیثیت سمجھو گے لیکن اس قدر عبادت کرنے کے باوجود دین سے خارج ہو جائیں گے۔ ۱۲۲ حرقوص ابن زھیر نہروان میں امام علی علیہ السلام کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ ۱۲۳

ذیل کی آیت حرقوص کی حرکت کی مذمت میں اور بعض منافقین کے لئے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنا چاہتے تھے نازل ہوئی ہے۔

(ومنهم من يلزمك في الصدقات فان اعطوا منها رضوا وان لم يعطوا منها اذا هم يسخطون (۱۲۴)

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو خیرات کے بارے میں الزام لگاتے ہیں کہ انہیں کچھ مل جائے تو راضی ہو جائیں گے، اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائیں گے۔

## منافقین کی دوسری سیاسی خصوصیتیں

### موقع پرست ہونا

قرآن کی نظر کے مطابق منافقین کی سیاسی خصائص میں سے ایک موقع پرست ہونا ہے، ان کے لئے صرف اپنے منافع اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، نفاق کی طرف مائل ہونے کی وجہ بھی یہی ہے، موقع پرستی کا آشکار و ظاہر مصداق کہ جس کے چند مورد کی قرآن نے تصریح کی ہے۔

غنائم کو حاصل کرنے اور میدان نبرد و جنگ سے فرار کرنے میں موقع پرستی کے ماہر تھے، جس وقت مسلمین کامیاب ہوتے تھے بلا فاصلہ خود کو مسلمانوں کی صف میں پہنچا دیتے تھے تاکہ جنگ کے غنائم سے بھرہ مند ہوسکیں اور جس وقت مسلمان شکست و ناکامی سے دوچار ہوتے تھے، فوراً اسلام کے دشمنوں سے کہتے تھے، کیا تم سے نہیں کہا تھا کہ اسلامی حکومت نام نہاد حکومت ہے، اور تم کامیاب ہو گے، ہمارا حصہ حوالہ کردو، قرآن مجید منافقین کی موقع پرستی کو ان الفاظ میں بیان کر رہا ہے۔

الذین یتربصون بکم فان کان لکم فتح من اللہ قالوا الم نکن معکم وان کان للکافرین نصیب قالوا الم نستحوذ علیکم و نمنعکم من المؤمنین فاللہ یحکم بینکم یوم القیامۃ و لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً (۱۲۵)

اور یہ منافقین تمہارے حالات کا انتظار کرتے رہتے ہیں کہ تمہیں خدا کی طرف سے فتح نصیب ہو تو کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے اور اگر کفار کو کوئی حصہ مل جائے گا تو ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں آگئے تھے اور تمہیں مومنین سے بچا نہیں لیا تھا، تو اب خدا ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور خدا کفار کے لئے صاحبان ایمان کے خلاف کوئی راہ نہیں دے سکتا۔

موقع پرست اشخاص مشکلات و رنج میں ہمراہ نہیں ہوتے، لیکن فتح و ظفر کی علامت ظاہر ہوتے ہی ان کے چہرے نظر آنے لگتے ہیں اور اپنے سہم و حقوق کا مطالبہ ہونے لگتا ہے، ذیل کی آیت واضح طریقہ سے ان کی موقع پرستی کو بیان کر رہی ہے۔

(اشحۃ علیکم فاذا جاء الخوف رأیتهم ینظرون الیک تدور اعیینہم کالذی یغشی من الموت فاذا ذهب الخوف سلقو کم بالسنۃ حداد اشحۃ علی الخیر (۱۲۶)

یہ تم سے جان چراتے ہیں اور جب خوف سامنے آجائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے کہ جیسے ان کی آنکھیں یوں پھر رہی ہیں جیسے موت کی غشی طاری ہو اور جب خوف چلا جائے گا تو آپ پر تیز زبانوں کے ساتھ حملہ کریں گے اور انہیں مال غنیمت کی حرص ہوگی۔

سورہ احزاب کی آیت نمبر بیس میں بھی ان کے سخت، حساس، بحران زدہ لحظات سے فرار کو اچھے طرز سے بیان کیا گیا ہے۔

(یحسیون الأحزاب لم یذہبوا و ان یأت الأحزاب یودو لو أنہم بادون فی الاعراب یسئلون عن انبائکم ولو کانوا فیکم ما قاتلوا الا قلیلاً)

یہ لوگ ابھی تک اس خیال میں ہیں کہ کفار کے لشکر گئے نہیں ہیں اور اگر دوبارہ لشکر آجائیں تو یہ بھی چاہیں گے کہ کاش دھاتیوں کے ساتھ صحراؤں میں آباد ہوگئے ہوتے اور وہاں سے تمہاری خبریں دریافت کرتے رہتے اور اگر تمہارے ساتھ ہوتے بھی تو بہت کم ہی جہاد کرتے۔

مذکورہ دونوں آیات (۱۹، ۲۰ سورہ احزاب) سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین مسلمانوں کے حق میں فوق العادہ بخیل ہیں، اہل اسلام کے لئے کسی قسم کی ہمراہی کرنے کے لئے حاضر نہیں، کسی بھی قسم کی مالی، جانی، فکری مساعادت سے گریز کرتے ہوئے بالکل غیرت برتتے ہیں جب ایثار و شہوت کی بات آتی ہے تو خلاف عادت بزدلی کا شکار ہوجاتے ہیں، قلب و دل کھو بیٹھنے کا امکان رہتا ہے لیکن جب خطرات دور ہوجاتے ہیں تو مال غنیمت کے لئے میدان میں حاضر ہوجاتے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ حالات کا نظارہ کرتے رہیں دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ تالاب کے کنارہ بیٹھے رہتے رہیں اور حالات کا جائزہ لیتے رہیں اور قدم اس وقت رکھتے ہیں جب مطمئن ہوجائیں کہ خطرہ ٹل چکا ہے، ان کا ہم و غم مال غنیمت کا حصول ہے ۱۲۷

تاریخ سے نقل کیا جاتا ہے کہ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا: خیبر کے غنائم ان اشخاص کے لئے ہیں جو حدیبیہ اور اس

کے سخت شرائط میں شریک تھے منافقین نے حدیبیہ میں شرکت نہیں کی تھی وہ جنگ خیبر میں اس فکر کے ساتھ کہ مال غنیمت زیادہ ملے گا شریک ہونا چاہتے تھے، پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرمان کے ذریعہ، ان کی موقع پرستی کو بے آبرو کر کے رکھ دیا، اگرچہ منافقین نے پیامبر عظیم الشان و مسلمانوں پر نکتہ چینی و اعتراضات کرتے ہوئے حسادت ورزی کے الزام لگائے ذیل کی آیت اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے:

(سَيَقُولُونَ الْمَخْلُفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَانِمٍ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ مَنْ قَبْلُ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا) (۱۲۸)

عنقریب یہ پیچھے رہ جانے والے تم سے کہیں گے جب تم مال غنیمت لینے کے لئے جانے لگو گے کہ اجازت دو ہم بھی تمہارے ساتھ چل چلیں یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو تبدیل کر دیں تو تم کہدو کہ تم لوگ ہمارے ساتھ نہیں آسکتے ہو، اللہ نے یہ بات پہلے سے طے کر دی ہے پھر یہ کہیں گے کہ تم لوگ ہم سے حسد رکھتے ہو، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ بات کو بہت کم سمجھ پاتے ہیں۔

اگر ہم اول اسلام سے اب تک کی تاریخ کو ملاحظہ کریں تو اس نکتہ کی طرف ضرور متوجہ ہونگے کہ مسلمانوں کو اب تک جو ہزیمت اٹھانی پڑی ہے اس کے اسباب و علل، اہل اسلام کی صفوف میں موقع پرست افراد کی در اندازی کا نتیجہ ہے۔

بنی امیہ جس نے ایک ہزار سال، اسلامی مملکت پر حکومت کی اور اپنے ادوار حکومت میں شرم آور ترین افعال اور قبیح و زشت کارنامے کے مرتکب ہوئے اسلام میں موقع پرست اشخاص کے نفوذ کا نتیجہ تھا۔

ابو سفیان جس کے پاس فتح مکہ کے بعد اطہار اسلام کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا جس کے جسم و روح میں اسلام نام کی کوئی شے نہ تھی وہ موقع پرستی کی بنا پر حکومت کے عالی منصب میں نفوذ کرتا چلا گیا، یہاں تک کہ عثمان کے زمانے میں بہت زیادہ ہی قدرت و اقتدار کا حامل تھا، بلکہ اس سے قبل ہی شام کی حکومت اس کے فرزندوں کے ہاتھ میں تھی۔

بنی عباس کی بھی موقع پرستی، انقلاب کے تمام طرفدار حضرات کے لئے ایک عبرت کا مقام ہے، بنی عباس نے اہل بیت اطہار علیہم السلام کی محبوبیت و آل محمد علیہم السلام کی رضایت کے نام پر قیام کر کے لوگوں کو اپنے اطراف جمع کر لیا اور جب اپنے اس ہدف میں کامیاب ہو گئے تو اہل بیت اطہار پر ویسے ہی مظالم کئے جیسے بنی امیہ کرتے تھے تقریباً شیعوں کے نصف ائمہ کی تعداد، بنی امیہ اور نصف ائمہ، بنی عباس کے ذریعہ شہید کئے گئے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام آغاز ہی سے اس موقع پرستی کی تحریک کو پہچانتے تھے جس وقت ابو مسلم نے آپ کے پاس خط لکھا کہ آپ تیار رہیے ہم خلافت آپ کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں امام نے فرمایا:

((ما انت من رجالي ولا الزمان زمانني)) (۱۲۹)

نہ تم میرے افراد میں سے ہو اور نہ ہی زمانہ میرا زمانہ ہے۔

جس وقت ابو سلمہ خلال، بنی عباس کے طرفدار نے اس مضمون کا خط امام کے لئے بھیجا آپ نے نامہ جلاتے ہوئے فرمایا:

((مالي و لأبي سلمة هو شيعة لغيري ((۱۳۰))

مجھے ابو سلمہ سے کیا کام؟ وہ تو کسی اور کا تابع اور پیرو ہے۔

تاریخ معاصر میں بھی مشروطیت تحریک میں موقع پرستوں کے نفوذ کی بنا پر تاریخ درد ناک حوادث کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے، مشروطیت تحریک اور قیام کو وجود میں لانے والے وحید خراسانی، شیخ فضل اللہ مازندرانی و شیخ فضل اللہ نوری جیسے عظیم و ممتاز علماء تھے یہ علماء تھے جو سخت و مشکل مراحل میں میدان میں حاضر اور تحریک کو کامیابی کی طرف لے جا رہے تھے، جیسے ہی کامیابی کے آثار نمایاں ہونے لگے مغرب زدہ افراد، آزادی اور عدم استبداد کا نعرہ بلند کرتے ہوئے موقع پر حاضر ہو گئے، علماء پر تمہت کی بارش کرتے ہوئے، مشروطیت کو اس کے صحیح راہ و روش سے منحرف کر بیٹھے، اس وقت حالات یہ ہو گئے کہ، ماحصل مشروطہ، استبداد سے لبریز پھلوی کی پچاس سالہ حکومت تھی۔

شیخ فضل اللہ نوری جو مشروطہ کے بانی حضرات میں سے تھے، مشروطہ کی مخالفت کے جرم میں تختہ دار پر لٹکادئے گئے اور شہادت کے بعد ان کے بدن و جسم سے وہ بے حرمتی کی گئی جسے قلم بیان کرنے سے قاصر ہے ۱۳۱

آخوند خراسانی اور انجمن کے دیگر قائدین مخفیانہ شہید کر دئے گئے موقع پرست تحریک کو اصل ہدف و مقصد سے موڑ کر اپنے منافع کی خاطر تحریک پر قابض ہو گئے۔

صنعت پیٹرولیم کو ملّی کرنے کی تحریک میں مرحوم آیت اللہ کاشانی مبارزہ کے میدان میں وارد عمل ہوئے ہم عصر بزرگ فقہاء جیسے آیت اللہ محمد تقی خوانساری، آیت اللہ سید محمد روحانی، سے فتاویٰ حاصل کر کے، اس تحریک کے لئے معاشرہ کے افراد کی حمایت کو منظم کیا، لیکن اس تحریک کی کامیابی کے بعد موقع پرست، تعصب قومی کے دلدادہ (مذہب و روحانیت کے مخالف) حاضر و آمادہ دستر خوان پر براجمان ہو گئے، شکر یہ سپاس گزاری کے بجائے نمک کھا کر، نمک حرامی کے مصادیق افعال انجام دینے لگے۔

آیت اللہ کاشانی کے محضر میں بدترین و بیہودہ ترین حرکات انجام دیتے تھے، آپ کو گوشہ نشینی پر مجبور کر دیا گیا، شہید نواب صفوی اور آپ کے ہم رکاب جو اس تحریک کو کامیاب بنانے میں اہم رول ادا کئے تھے، مصدق کے مسند قدرت پر تکیہ دینے کے بعد زندان کے حوالہ کر دئے گئے۔

آیت اللہ شہید مطہری قدس سرہ نے مختلف تحریکوں میں، موقع پرستوں کے نفوذ کے سلسلہ میں عمیق و کامل نکات کو عرض کیا ہے جس کو نقل کرنا بہت فائدہ مند ہے۔

ایک تحریک کے اندر، موقع پرست افراد کا نفوذ اور رخنہ اس تحریک کے لئے عظیم آفت و مصیبت ہے، تحریک کے ارکان و قائدین کا اہم فریضہ ہے کہ اس قسم کے افراد کے نفوذ و رخنہ کے راستے کو مسدود کر دیں، جو تحریک بھی اپنے اول مرحلہ کو طے کر رہی ہوتی ہے اس کی مشکلات و دشواری وغیرہ صاحب ایمان اور اخلاص و فداکار افراد کے کاندھوں پر ہوتی ہے لیکن جیسے ہی اس تحریک کے

ثمرہ دینے کا وقت آتا ہے یا اس کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں، گلستان تحریک کی کلیاں کھلنے لگتی ہیں، موقع پرست افراد کے سرو گردن دکھائی دینے شروع ہوجاتے ہیں، جیسے جیسے دشواری میں کمی آنے لگتی ہے اور ثمرے کے استفادہ کا وقت نزد یکتا ہوتا رہتا ہے موقع پرست و فرصت طلب پہلے سے کہیں زیادہ تحریک اور انجمن کے لئے سینہ چاک کر کے میدان عمل میں وارد ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ تحریک کے سابقین، انقلابی، فداکار مومن اور دل سوز کو میدان سے بے دخل کرتے چلے جاتے ہیں، اس نوعیت کے اقدام اس طرح عام ہوجکے ہیں کہ مثل کے طور پر کہا جانے لگا ہے انقلاب فرزند خور ہے گویا انقلاب کی خاصیت یہ ہے کہ جیسے ہی کامیابی سے ہم کنار ہوا اپنے فرزند (ممبران) کو ایک ایک کر کے ختم کردیتا ہے، لیکن انقلاب فرزند خور نہیں ہے بلکہ موقع پرست افراد کے رخنہ و نفوذ سے غفلت ورزی ہے جو حادثہ کو وجود میں لاتا ہے کہیں دور تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، مشروطیت تحریک کے انقلاب کو کون سے افراد نے پایہ تکمیل تک پہنچایا؟ کامیابی دلانے کے بعد کیسے کیسے چہرے منصب اور مقام پر قابض ہوئے اور سر انجام کیا ہوا؟ آزادی طلب مجاہدین، قومی سربراہ و قائدین ایک گوشہ میں ڈال دئے گئے فراموشی کے حوالے کردئے گئے اور آخر کار گرسنگی و گمنامی کی حالت میں سپرد خاک کردئے گئے لیکن وہ فلان الدولہ وغیرہ..... جو کل تک استبداد و ڈکٹیٹر کے پرچم تلے انقلابی طاقتوں سے برسر پیکار تھے، نیز مشروطیت تحریک کے ممبران کی گردنوں میں پھانسی کی رسی ڈال رہے تھے، وہ صدارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہوگئے سر انجام مشروطیت تحریک ڈکٹیٹر شپ میں تبدیل ہوکر رہ گئی۔

موقع پرستی کا منحوس اثر اسلام کی اول تاریخ میں بھی آشکار ہوا عثمان کے دور خلافت میں موقع پرست افراد نے صاحبان ایمان و اسلام کے مقام و مقاصد کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا، رسول کے ذریعہ مدینہ سے اخراج شدہ فرد وزیر بن گئے اور کعب الاحبار کردار والے اشخاص مشاور، ابوذر و عمار صفت والے یا تو شہر بدر کردئے گئے یا خلافت کے قدموں تلے روند ڈالے گئے۔

کیوں قرآن فتح مکہ کے قبل کے جہاد، و انفاق میں اور فتح مکہ کے بعد کے انفاق و جہاد میں فرق قرار دے رہا ہے، در حقیقت قرآن فتح مکہ کے قبل کے مومن و منافق اور فتح مکہ کے بعد مومن منافق کے درمیان تفریق کا قائل ہے۔

(لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و کلا وعدا اللہ الحسنی واللہ بما تعملون خبیر) (۱۳۲)

اور تم میں فتح مکہ سے پہلے انفاق کرنے والا اور جہاد کرنے والا اس شخص کے جیسا نہیں ہوسکتا ہے کہ جس نے فتح مکہ کے بعد انفاق اور جہاد کیا ہے پہلے جہاد کرنے والے کا درجہ بہت بلند ہے اگرچہ خدا نے سب سے نیکی کا وعدہ کیا ہے اور وہ تمہارے جملہ اعمال سے باخبر ہے۔

راز مطلب واضح ہے فتح مکہ جو کچھ بھی تھا دشواری، مشکلات، مشقت کا تحمل ہی تھا فتح مکہ سے قبل ایمان، انفاق و جہاد، اخلاص ترو بے شائبہ تر تھا موقع پرستی کی روح و فکر سے بعید تھا، برخلاف فتح مکہ کے بعد کے انفاق، ایمان و جہاد، ان میں اخلاص بی شائبہ نہ تھا۔

تحریک کو ایک اصلاح طلب فرد آغاز کرتا ہے موقع پرست نہیں، اسی طریقہ سے تحریک کے مقاصد کو ایک اصلاح طلب مومن آگے بڑھا سکتا ہے نہ موقع پرست کہ ہمیشہ اپنے منافع کے فکر و خیال میں رہتا ہے۔

بہر حال موقع پرست افراد کے نفوذ و رخنہ سے مبارزہ و معرکہ آرائی ہی (فریب دینے والے ظواہر کے باوجود) ایک بنیادی شرط ہے تاکہ ایک تحریک اپنے اصلی راستہ و ہدف پر گام زن رہے ۱۳۳

انقلاب اسلامی کے اصلی معمار حضرت امام خمینی (رح) بھی اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے، نیز تاریخ ماضی سے عبرت حاصل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہمیشہ موقع پرست اور سوء استفادہ کرنے والوں سے ہوشیار رہنا چاہئے، اور ان کو فرصت نہیں دینا چاہئے کہ کشتی انقلاب اور اس کے چھوٹے موٹے وسائل کی بھی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے سکیں، انے والی نسلوں کے لئے آپ کی وصیت و نصیحت یہ ہے کہ:

میں تمہارے درمیان میں رہوں یا نہ رہوں تم سب لوگوں کو وصیت کر رہا ہوں کہ موقع و فرصت نہ دینا کہ اسلامی انقلاب نا اہل و نامحرم (غیر) افراد کے ہاتھوں میں چلا جائے ۱۳۴۔

امام خمینی (رح) مشروطہ تحریک سے عبرت گیری کی ضرورت کو پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر علماء، ملت، خطباء، دانشور، روشنفکر، صحافی اور متعدد حضرات سستی کریں اور مشروطہ کے واقعات سے عبرت حاصل نہ کریں تو انقلاب انہیں حالات سے دوچار ہوگا جس سے مشروطہ تحریک دوچار ہوئی تھی ۱۳۵

### صاحبان غیرت دینی کی تحقیر

ادوار تاریخ میں انبیاء کے دشمنوں کی سیاسی رفتار کی ایک خصوصیت، متدین غیرت دار افراد کی تحقیر ہے حضرت نوح کے دشمن نوح کی پیروی کرنے والے افراد کو پست، حقیر، و کوتاہ فکر سمجھتے تھے۔

(وما نریک اتباعک الا الذین ہم ارا ذلنا بادی الراي (۱۳۶)

اور تمہارے اتباع کرنے والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے پست طبقہ کے سادہ لوح افراد ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے دشمن آپ کی پیروی نہ کرنے کی توجیہ و تاویل کرتے ہوئے یہ عذر پیش کرتے تھے کہ آپ کی پیروی کرنے والے پست انسان ہیں اور ہم ان کے ساتھ ہماہنگ معاشرت نہیں کرسکتے۔

(قالوا انومن واتبعک الارذلون (۱۳۷)

ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ پر کس طرح ایمان لے آئیں جب کہ آپ کے سارے پیروکار پست طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

پیامبر اسلام کی تاریخ میں بھی اسی قسم کے واقعات ہمیں دکھائی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں قریش کے بزرگان اپنے جاہل افکار کی بنا پر مستضعف مومنین کے پہلو میں بیٹھنے کو اپنے لئے ننگ و عار سمجھتے تھے، پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیشکش کی کہ آپ ان افراد کو اپنے سے دور کر دیں تو ہم آپ سے مل بیٹھیں گے اور آپ سے استفادہ کریں گے، کفار قریش کی اس پیشکش

کے بعد ذیل کی آیت نازل ہوئی اور پیامبر اسلام کو حکم دیا گیا کہ بطور قاطع کافروں کی پیشکش کو ٹھکرا دیں۔

واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم تريد زينة الحياة الدنيا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان امره فرطاً (۱۳۸)

اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ صبر پر آمادہ کرو جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اسی کی مرضی کے طلبگار ہیں اور خبردار تمہاری نگاہیں ان کی طرف سے نہ پھر جائیں کہ زندگانی دنیا کی زینت کے طلبگار بن جاؤ اور ہرگز اس کی اطاعت نہ کرنا جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے محروم کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا پیروکار ہے اور اس کا کام سراسر زیادتی کرنا ہے۔

تحقیر اور سفاہت کی تہمت انبیاء حضرات کے ماننے والوں تک محدود نہیں بلکہ خود انبیاء حضرات بھی دشمنوں کی طرف سے سفاہت کی تہمت کے شکار ہوتے تھے، قوم عاد صرحتاً اور تاکید کے ساتھ حضرت ہود علیہ السلام کو سفیہ کہتی تھی۔

(قال الملاء الذين كفروا من قوم انا لنراك في سفاهة (۱۳۹))

قوم میں سے کفر اختیار کرنے والے رؤسا نے کہا کہ ہم تم کو حماقت میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔

انبیاء و صاحبان ایمان کے دشمنوں میں سے بعض دشمن منافق ہیں جو دونوں روش کا استعمال کرتے ہیں، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی تحقیر کرتے ہیں اور مومنین کی بھی، منافق پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سادہ لوح اور خوش خیال (زود باور) کہتے تھے اور مومنین کو سفہاء میں شمار کرتے تھے۔ ۱۴۰

(واذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناس قالوا انؤمن كما امن السفهاء الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون (۱۴۱))

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ دوسرے مومنین کی طرح ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان اختیار کریں؟ حالانکہ اصل میں یہی بیوقوف ہیں اور انہیں اس کی واقفیت بھی نہیں ہے۔

لیکن چونکہ منافقین، دین و ایمان کا اظہار کرتے تھے لہذا پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں زیادہ اعتراضات و تکذیب کی جرات نہیں رکھتے تھے بلکہ حضرت کی رفتار و گفتار اور اخلاقی خصائص میں عیب جوئی کیا کرتے تھے، اسی طریقہ سے مومنین کی تحقیر و توہین میں ان کی دینی و سیاسی کار کردگی کو مورد تنقید قرار دیتے تھے، تاکہ اس تنقید کے ذریعہ ان کے اصل ایمان کا مضحکہ و تمسخر کیا جاسکے۔

وہ افراد جو جنگ کے سلسلہ میں زیادہ خدمات انجام دے چکے تھے، ان کی تحقیر کی نوعیت کچھ اور تھی اور وہ افراد جو اپنی بے بضاعتی کی بنا پر کم خدمات انجام دیتے تھے ان کی دوسرے طریقہ سے توہین کرتے تھے۔

(الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جہدہم فیسخرون منهم سخر اللہ منهم ولہم عذاب الیم (۱۴۲)

جو لوگ صدقات میں فراخ دلی سے حصہ لینے والے مومنین اور ان غریبوں پر جن کے پاس ان کی محنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے الزام لگاتے ہیں اور پھر ان کا مزاق اڑاتے ہیں، خدا ان کا بھی مزاق بنادے گا اور اس کے پاس بڑا درد ناک عذاب ہے۔

صاحبان ایمان کی تحقیر و توہین کرنے میں منافقین کا اساسی ہدف یہ ہے کہ ان کی دینی غیرت و حیا کو سست کرتے ہوئے دینی فرائض کے انجام دینے کی حساسیت و اشتیاق کو مومنین سے سلب کر لیا جائے، یہ بات سب کے لئے آشکار ہے کہ جب تک مسلمانوں میں بے لوث دینداری کے جذبات، موجزن رہیں گے اسلامی اقدار کی توہین کے مقابلہ میں عکس العمل کا اظہار کرتے رہیں گے، لہذا منافقین اپنے اصلی ہدف و مقصد میں، جو کہ دین کی حاکمیت کو پامال کرنا ہے، کامیاب نہیں ہوسکتے منافقین، مومنین اور ان کے دینداری کے مظاہر کی تحقیر و توہین کے ذریعہ کوشش کرتے ہیں کہ دین و مذہب کی حساسیت کو ختم یا کم کردیں، دین و اسلامی اقدار کو فردی و شخصی رفتار کے دائرہ میں محدود کردیں تاکہ اس طریقہ و زاویہ سے اسلامی حکومت کو تسخیر اور دین کے چہرہ کو مسخ کرسکیں۔

اسی بنیاد پر منافقین اغیار و بیگانہ سے روابط رکھے ہوئے ہیں اور دوستانہ سلوک کرتے ہیں، لیکن اپنوں اور مومنین سے غضب ناک ظلم و بربریت کا سلوک کرتے ہیں بالکل ان صفات کے مخالف ہیں جسے خداوند متعال مومنین کے لئے ترسیم کر رہا ہے، خدا مومنین کے لئے (رحماء بینہم و اشداء علی الکفار) تعریف کر رہا ہے لیکن منافقین کی بہ نسبت اشداء، اغیار کی بہ نسبت رحماء ہیں ۱۴۳

### وحدت اور ہمبستگی

منافقین کی سیاسی رفتار کی خصوصیت یہ ہے کہ اسلامی نظام کی حاکمیت و اسلام پر ضرب لگانے کے لئے وہ ایک دوسرے سے مرتبط ہیں وہ لوگ اسلام کو آسیب پزیر بنانے کے لئے اور دینی حاکمیت کو ضعیف کرنے کے لئے اپنے داخلی اختلافات سے ہاتھ روک رکھے ہیں اور اسلام کے مقابلہ میں متحد ہوجاتے ہیں۔

(المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض (۱۴۴)

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے سے ہیں۔

اس وحدت و یکجہتی کی آبیاری کے لئے سازشی مرکز بناتے ہیں اور اسلام کے خلاف کارکردگی کے لئے جلسات بھی تشکیل دیتے ہیں، ہر زمانہ کے سازشی مراکز اس عصر و زمان کے تناسب سے ہوتا ہے، اس کا ایک نمونہ مسجد ضرار کی تعمیر ہے، کہ اس قضیہ کو بیان کیا جاچکا ہے، وہ لوگ چاہتے تھے کہ مسجد کے ذریعہ مومنین کے درمیان تفرقہ کی ایجاد، اور دشمن کے لئے جاسوسی کریں اور مسلمین پر ضربہ وارد کرنے، نیز کفر کی ترویج کے لئے استفادہ کریں کہ رسوا و ذلیل کردئے گئے، اس واقعہ سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین اپنے منظم پروگرام کے تحت دین کے خلاف ہر وسیلہ سے استفادہ کرتے ہیں، جہاں مناسب سمجھتے ہیں وہاں دین سے سوء استفادہ کرتے ہوئے حقیقی دین ہی کے خلاف استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ ان کی خواہش تھی کہ مسجد بناکر، اس کے ذریعہ پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کے لئے استعمال کریں،

مختلف جلسات کی تشکیل و تنظیم، تاکہ اسلام کے خلاف پروگرام مرتب کیا جائے ان کی تشکیلاتی افعال میں سے ہے۔

قرآن باصراحت اعلان کر رہا ہے کہ منافقین روز میں پیامبر گرامی کی سخن و گفتگو سماعت کرتے تھے، لیکن شب میں سازشی جلسہ کی تشکیل کر کے پیامبر گرامی (ص) کے رہنمود و گفتگو کے مقابلہ کی راہیں تلاش کرتے تھے۔

(وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِينَ تَقُولُ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ) (۱۴۵)

یہ لوگ پہلے اطاعت کی بات کرتے ہیں پھر جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو ایک گروہ اپنے قول کے خلاف تدبیر کرتا ہے اور خدا ان کی باتوں کو لکھ رہا ہے۔

وہ جلسہ جو جنگ تبوک کے سلسلہ میں سویلم یہودی کے گھر میں تشکیل پایا تھا تاکہ لوگوں کو جنگ تبوک سے روکنے کے لئے راہ و روش کو پیدا کیا جاسکے، ان ہزاروں سازشی جلسے و پروگرام میں سے ایک ہے جسے منافقین انجام دیتے تھے۔ (۱۴۶)

منافقین سے مقابلہ کرنے کے لئے، یکجہتی و اتحاد اور پروگرام مرتب کرنے کی ضرورت ہے یکجہتی ایسی ہو جس کا ہدف و مقصد فرائض کی انجام دہی اور سازش سے مقابلہ کرنا ہو، یکجہتی کے اہداف اسلامی معاشرے میں وحدت و اتحاد کے لئے میدان ہموار کرنا ہو، تاکہ دشمنوں کی سازش کو ناکام بنایا جاسکے، نہ کہ یکجہتی خود جدید اور ماڈرن بتوں میں تبدیل ہوجائے اور تفرقہ و اختلاف کے عوامل بن جائے (۱۴۷)

اختلاف سلائق، کثرت آراء، اسلامی شایستگی و اقدار کے دائرے میں ہی رشد و نمو پاتی ہیں لیکن اگر خود پرستی، اہانت نمائی، آبروریزی و تہمت زنی وغیرہ..... خدا محوری، شرح صدر، تحمل و بردباری کی جگہیں لے لیں، تو صرف دشمن ہی اس سے فائدہ اٹھائیں گے جس کے نتیجہ میں اسلامی معاشرہ ناقابل تلافی اور ضرر سے دوچار ہوگا، جیسے اختلاف و تشتت اور پراکندگی نیز اسلام کی حاکمیت کی تضعیف وغیرہ..... کہ دشمنان اسلام کی دیرینہ و بنیادی آرزو بھی یہی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے شہرانبار (عراق) میں معاویہ کے جاسوس و کار گزار کی دخالت اور تجاوز، اور افراد کے تجاوز کو رفع و دفع کرنے کے سلسلہ میں سستی برتنے کی بنا پر فرمایا:

((فيا عجاوب الله يميت القلب و يجلب الهم من اجتماع هؤلاء القوم علي باطلهم و تفرقكم عن حقكم)) (۱۴۸)

کس قدر حیرت انگیز و تعجب خیز صورت حال ہے خدا کی قسم یہ بات دل کو مردہ بنادینے والی ہے اور ہم و غم کو سمیٹنے والی ہے کہ یہ لوگ اپنے باطل پر مجتمع اور متحدہ ہیں اور تم اپنے حق پر بھی متحد نہیں۔

اس نکتہ کی یاد آوری بھی ضروری ہے کہ منافقین کا اتحاد و وحدت وقتی اور مخصوص زمانہ کے لئے ہوتا ہے صرف اسلامی نظام کو ختم کرنے کے لئے ہے، لیکن جب اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئے یا صرف یہ کہ ابھی کامیابی کی خفیف علامت ہی سامنے آئی، تفرقہ و جدائی میں گرفتار ہونے لگتے ہیں اس لئے کہ ان

کے اتحاد کا محور و مرکز باطل ہے اور ایسی وحدت کبھی بھی پائدار نہیں رہ سکتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ باطل ہمیشہ کمزور و ناپائدار ہے، باقی رہنے والی شی صرف حق ہے اور بس۔

### فتنہ پروری

منافقین کی سیاسی رفتار کی وہ خصوصیت جسے قرآن با صراحت بیان کر رہا ہے فتنہ پروری ہے منافقین اسلامی معاشرہ میں فتنہ و آشوب برپا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور اس وسیلہ سے اپنے شوم و نحس مقاصد تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

کلمہ فتنہ کے لئے چند معانی ذکر کئے گئے ہیں لیکن آیات میں منافقین کی توصیف کرتے ہوئے جو قرائن استعمال کئے گئے ہیں، اس پر توجہ کرتے ہوئے، دو معانی منافقین کی فتنہ گری کے مفہوم کو بیان کرنے والے ہوسکتے ہیں ۱۴۹

پہلا احتمال: یہ ہے کہ منافقین کی فتنہ پروری کا ہدف اسلامی معاشرہ میں اختلاف کی ایجاد اور مسلمانوں کے اندر فتنے و افتراق کا پیدا کرنا ہے۔

دوسرا احتمال: یہ ہے کہ ان کی فتنہ گری کا مقصد شرك و بي ایمانی کی ترویج کرنا ہے، ذیل کی آیت میں فتنہ بہ معنی شرك کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

(وقاتلوهم حتي لا تكون فتنه ويكون الدين كله لله (۱۵۰))

اور تم لوگ ان کفار سے جہاد کرو یہاں تک کہ فتنہ کا وجود نہ رہ جائے۔

یہ آیت دو مرتبہ قرآن میں نازل ہوئی ہے فتنہ ان آیات میں شرك کے معنی میں استعمال ہوا ہے، صاحب ایمان حضرات کو حکم دیا گیا ہے کہ جہان میں شرك و بت پرستی کے ریشہ کنی تک مبارزہ و جنگ کرتے رہیں۔

اکثر مفسرین حضرات منافقین کے لئے فتنہ گری کے معانی میں پہلے احتمال کو قبول کرتے ہیں اور فتنہ گری کے معانی کو (تفریق کلمہ) مسلمین کے درمیان تشتت و افتراق کو سمجھتے ہیں لیکن میری نظر میں دونوں احتمال کو جمع کیا جاسکتا ہے، اس بیان کے ذریعہ کہ، منافقین ایجاد و اختلاف کے ذریعہ مسلمین کی وحدت اور اسلامی حاکمیت کو تضعیف و سرنگوں کرتے ہوئے، شرك کے حامی اور طاغوتی حکومت کے خواستگار ہیں اس لئے کہ اسلام نیز حق کی حاکمیت ختم ہوجانے کے بعد طاغوت و باطل کے سواء رہ ہی کیا جاتا ہے۔

(فماذا بعد الحق الا الضلال (۱۵۱))

حق کے بعد، گمراہی کے علاوہ کیا رہ گیا۔

بہر حال طول تاریخ میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ انبیاء کے دشمنوں نیز استعمار گروں کا شیوہ کار یہ رہا ہے کہ، اختلاف ڈالو اور حکومت کرو، جن لوگوں نے اس شیوہ طرز کا استعمال کیا ہے ان میں سے ایک، فرعون بھی ہے۔

(ان فرعون علا في الارض و جعل اهلها شيعة (۱۵۲))

فرعون نے روئے زمین پر بلندی اختیار کی اور اس نے اہل زمین کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا۔

منافقین بھی اس شیوہ، اختلاف ڈالو اور حکومت کرو کا استعمال کر کے فائدہ حاصل کرتے تھے، ہمیشہ اختلاف ایجاد کرنے کی فکر میں رہتے تھے تاکہ دوبارہ کفر کی حاکمیت کو واپس لے آئیں۔

(لو خرجوا فيكم ما زادوكم الا خبالا ولا وضعوا لکم بيغونکم الفتنة و فيکم سماعون لهم والله عليم بالظالمين (۱۵۳))

اگر یہ تمہارے درمیان نکل پڑتے تو تمہاری وحشت میں اضافہ ہی کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ کی تلاش میں گھوڑے دوڑاتے اور تم میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو ان کی سننے والے بھی تھے، اور اللہ تو ظالمین کو خوب جاننے والا ہے۔

مذکورہ کی آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ جہاد کی صف میں منافقین کا وجود، تفرقہ و تردید اور قلوب کو ضعیف کرنے کا سبب ہے، یہ اپنے سریع حضور و شدید ہنگامہ آرائی کی بنا پر ان مسلمانوں کو جو عمیق فکر نہیں رکھتے تھے اور منافق کے خطرات کو درک کرنے سے قاصر تھے فوراً تحت تاثیر قرار دیتے تھے، تاکہ لشکر کے افراد میں تفرقہ ایجاد کرسکیں۔

مسجد ضرار کے بنانے میں بھی، ہنگامہ، فتنہ گری، مومنین کے درمیان ایجاد تفرقہ اور کفر کی ترویج جیسے امور ان کے اہداف و مقاصد تھے ۱۵۴

خداوند عالم سورہ توبہ کی آیت نمبر اڑتالیس جو منافقین کی جنگ تبوک میں فتنہ انگیزی کے صورت حال کو بیان کرتی ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فتنہ انگیزی منافقین کی دائمی رفتار ہے اور اس میدان میں سبقت رکھتے ہیں منافقین جنگ احزاب (خندق) میں بھی تفرقہ ایجاد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن کامیاب نہیں ہوسکے۔

(لقد ابتغوا الفتنة من قبل و قلبوا لك الامور حتي جاء الحق و ظهر امر الله وهم كارهون (۱۵۵))

بے شک انہوں نے اس سے قبل بھی فتنہ کی کوشش کی تھی اور تمہارے امور کو الٹ پلٹ دینا چاہتے تھے یہاں تک کہ حق آگیا اور امر خدا واضح ہو گیا اگر چہ یہ لوگ اسے ناپسند کر رہے تھے۔

تاریخ میں وافر شواہد موجود ہیں کہ منافقین، مومنین میں ایجاد اختلاف اور وحدت کلمہ کو نیست و نابود کرنے کے لئے بہت زیادہ سعی و کوشش کیا کرتے تھے صرف دو مورد کو بیان کیا جا رہا ہے:

۱۔ جنگ احد میں عبد اللہ ابن ابی جو منافقین کے ارکان میں سے تھا، تین سو افراد کو لے کر رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر سے جدا ہو کر، مدینہ پلٹنے کا ارادہ کر لیا، بعض اشخاص نے جیسے عبد اللہ جابر انصاری کے والد جو خزرج قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے کافی نصیحتیں کیں لیکن فائدہ بخش نہ رہی، عبد اللہ ابن ابی رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفوں سے جدا ہونے کا بہانہ یہ کر رہا تھا کہ ہم جن افراد کی قدر و قیمت کے قائل نہیں، پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مشورہ کو قبول کرتے ہوئے احد کی طرف حرکت کی ہے، عبد اللہ ابن ابی اپنے ان الفاظ و حرکات سے چاہتا تھا کہ

قبیلہ کے سرداروں کو بھڑکائے اور احد میں شریک ہونے سے منع کرسکے لیکن کامیاب نہ ہوسکا ۱۵۶

۲۔ مهاجرین میں سے ایک شخص بنام "جہجاء" اور ایک فرد انصار بنام "سنان" کا کنوئیں سے پانی لینے کے موقع پر اختلاف ہوگیا شخص مهاجر کے انصار کے منہ پر طمانچہ مار دینے کی وجہ سے، رسم جاہلیت کی بنا پر دونوں طرف کے افراد اپنے قبیلہ و گروہ کی نصرت کے لئے ننگی تلواریں لے کر میدان میں اتر آئے، قریب تھا کہ طرفین میں شدید جنگ شروع ہوجائے لیکن رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مداخلت سے ایسا نہ ہوسکا آپ نے فرمایا: اس طرح سے لڑنا اور مدد کا مانگنا شرم اور نفرت انگیز ہے منافق جماعت چاہتی تھی کہ اس موقعیت سے فائدہ اٹھائیں اور طرفین میں قبیلہ کے تعصب کو بھڑکائیں اور فتنہ ایجاد کریں لیکن مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دخالت سے یہ سازش بھی ناکام رہی ۱۵۷

اس طرز کے مشابہ حوادث اور واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اس نکتہ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ دشمن ہمیشہ چاہتا یہ ہے کہ فضا کو کینہ عداوت اور اختلاف سے آلودہ کئے رہے تاکہ دوبارہ جاہلیت کے رسم و رواج کو حاکمیت بخش سکے، یہ رفتار و شیوہ فقط کل کے منافقین کا نہیں تھا بلکہ آج اور آئندہ کے منافقین کا بھی ایسا ہی طرز عمل رہے گا۔

حضرت امام علی افتراق کے نقصانات، منافقین کی فتنہ گری کے خطرات کار گر ہونے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

((و ایم اللہ ما ختلفت امۃ قط بعد نبیہا الا ظہر اہل باطلہا علی اہل حقہا الا ما شاء اللہ )) ( ۱۵۸ )

خدا کی قسم ہر امت ان کے پیامبر کے بعد اختلافات سے دوچار ہوئی ہے اور اہل باطل حق پر قابض ہوگئے ہیں مگر وہاں جہاں خدا نے نہیں چاہا ہے۔

اہل حق کا آپس میں اختلاف و تفرقہ پیدا کرنے کا نتیجہ و ثمرہ، اہل باطل کا ابھرنا اور ان کے اقتدار و قبضہ کا وسیع ہونا ہے لہذا اسی دلیل کی بنا پر منافق جماعت شدت سے کوشش کرتی ہے کہ اہل حق کے درمیان اختلاف اور دو دلی ایجاد کردیں تاکہ اس کے ثمرہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے دوران حکومت، معاویہ اور اس کے اہل کار امام کے لشکر اور افراد میں فتنہ برپا کرنے اور اختلاف ڈالنے میں کامیاب ہوگئے اور جب آپ کے افراد اختلاف و تفرقہ کی بنا پر مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئے، باوجودیکہ ان کا رہبر و قائد (امام علی علیہ السلام) جیسا بہترین فرد زمان و مکان تھا لیکن منافق جماعت اپنے ہدف میں کامیاب ہوگئی اور روز بروز امام علی علیہ السلام کی حکومت کا دائرہ تنگ سے تنگ تر کرنے لگی تھی۔

جب امام علی علیہ السلام کو یمن پر بسر بن ابی اریطہ کے مسلط ہونے، نیز اس کے حولناک مظالم کی خبر پائی کوفہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: خدا کی قسم میں جانتا تھا کہ تمہاری رفتار و اطوار اور آپسی اختلاف و تفرقہ کی بناء پر ایسا دن ضرور آئے گا۔

(انی واللہ لأظن ان ہولاء اقوم سید الون منکم باجماعہم علی باطلہم وتفرقکم عن حکم ( ۱۵۹ )

خدا کی قسم میرا خیال یہ ہے کہ عنقریب یہ لوگ تم پر مسلط و قابض ہوجائیں گے اس لئے کہ یہ اپنے باطل پر متحد اور تم اپنے حق پر متحد نہیں ہو۔

## نفسیاتی جنگ کی ایجاد

قرآن میں منافقین کی سیاسی رفتار کی خصوصیت میں سے ایک نفسیاتی جنگ کی ایجاد ہے، متزلزل و مضطرب ماحول سازی، نا امن فضا کی جلوہ نمائی، غلط اور جھوٹ افواہ کی نشر و اشاعت، معاشرے میں بے بنیاد و مختلف تہمتوں کا وجود، معاشرہ میں ایک نفسیاتی جنگ کے عناصر ہیں وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ نفسیاتی جنگ کے ذریعہ معاشرے کو اضطراب کی طرف لے جاتے ہوئے عمومی حوصلہ کو ضعیف کر دیں اور مایوسی و ناامیدی کا شکار بنادیں، تاکہ مومنین وقت پر صحیح اور ضروری اقدام کی صلاحیت کھو بیٹھیں، اور ہر محل مناسب حرکت کی قدرت بھی نہ رکھ سکیں۔

نفسیاتی جنگ کی ایجاد کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ معاشرے کو حالت تردید کا مریض بنادیں، تاکہ وہ ملک کی اطلاعات و اخبار کے سلسلہ میں مشکوک ہوجائے، اسلامی نظام کے ارکان اور کار گزاران نیز ممتاز شخصیت پر سے اعتماد سلب ہوجائے، جس کا ثمرہ معاشرے میں اختلاف و تفرقہ اور اسلامی حکومت کی تضعیف ہے منافقین نفسیاتی جنگ کو وجود میں لانے کے لئے مختلف طریقہ کار و طرز عمل سے استفادہ کرتے ہیں۔

## نفسیاتی جنگ کے حربے اور وسائل

### (۱) دشمن کے عظیم اور بزرگ ہونے کی جلوہ نمائی کرانا

نفسیاتی جنگ کے سلسلہ میں ان کے وسایل میں سے ایک، دشمن کے عظیم و بزرگ ہونے کی جلوہ نمائی کرانا، اور مسلمانوں کی قوتوں کو پست و تحقیر کرنا ہے، وہ دشمن کے افراد اور وسائل کو شمار کرتے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کو بہت معمولی اور حقیر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ مومنین کے دلوں میں خوف و رعب ڈال دیں تاکہ وہ دشمن کے مقابلہ میں نہ ٹھر سکیں۔

(واذا قالت طائفة منهم يا اهل يثرب لا مقام لكم فارجعوا) (۱۶۰)

اور جب ان کے ایک گروہ نے کہدیا کہ مدینہ والو اب یہاں ٹھکانہ نہیں ہے لہذا واپس اپنے گھر چلے جاؤ۔

منافقین دشمنوں کی کامیابی کو عظیم تصور کرتے ہیں، اور مومنین کی فتح و کامیابی کو حقیر سمجھتے ہیں، مشرکین کو مفتضحانہ شکست کو ناچیز اور لشکر اسلام پر وارد شدہ نقصان کو خوف ناک انداز سے بیان کرتے ہیں، کبھی بے محل کامیابی کی خبر سنا کر مومنین کو غرور کا شکار بنادیتے ہیں اور کبھی بے وقت شکست و خطرات کی اطلاع دے کر مومنین کو رعب و وحشت سے دوچار کردیتے ہیں۔ (۱۶۱)

(واذا جاءهم أمر من الأمن او الخوف اذاعوا به ولو ردّوه الي الرسول والي اولي الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم) (۱۶۲)

جب ان کے پاس امن یا خوف کی خبر آتی ہے تو فوراً نشر کر دیتے ہیں حالانکہ اگر رسول اور صاحبان امر کی طرف پلٹا دیتے تو ان سے استفادہ کرنے والے حقیقت حال کا علم پیدا کر لیتے۔

مذکورہ آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ واصل شدہ خبریں، باوجودیکہ اس کی صحت و درستگی پر مطمئن ہی ہوں منتشر نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اس کے نتائج و اثرات کی تحقیق کرتے ہوئے نیز ذمہ دار افراد سے مشورہ کرنے کے بعد اسے نشر کرنا چاہئے اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ انسان کے علم میں جو کچھ بھی ہے وہ بیان کر دے۔

حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

((لا تقل كل ما تعلم فان الله فرض علي جوارحك كلها فرائض تحتج بها عليك يوم القيامة)) (۱۶۳)

ہر وہ بات جسے تم جانتے ہو اسے مت بیان کرو اس لئے کہ اللہ نے ہر عضو بدن کے کچھ فرائض قرار دئے ہیں اور ان ہی کے ذریعہ حجت قائم کی جائے گی۔

مضمون حدیث اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ بعض گفتگو و سخن کا اظہار مومنین یا اسلامی نظام کے اسرار کو افشا کرنے کے مترادف ہے یا فساد و فتنہ کا باعث ہے لہذا ایسی گفتگو کرنے والا کہ جس سے ایسے اثرات مرتب ہوں عدل الہی کے محضر میں جوابدہ ہوگا لہذا کوئی بھی کلام و گفتگو زبان پر لانے سے قبل اس کے عواقب و نتائج کے بارے میں بھی غور و فکر کرنی چاہئے، ہر بات چاہے کتنی ہی سچ کیوں نہ ہو بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

### (۲) مشتبہ خبروں کی ایجاد و تشہیر

نفسیاتی جنگ کا دوسرا وسیلہ مشتبہ خبروں کی ایجاد اور معاشرے میں وسیع پیمانہ پر تشہیر کرنا ہے، افواہ پھیلانے والوں کا مقصد افراد پر اثر انداز ہونا ہے خواہ تھوڑے ہی عرصہ کے لئے ہو، مشتبہ خبروں کو شائع کرنا منافقین کا طرز عمل تھا اور ہے، یہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بحرانی حالات میں رونما ہوتے تھے اضطراب اور افواہ کو پھیلا کر اسلامی معاشرے کو مضطرب کیا کرتے تھے، یہ شیطانی حرکات جنگ کے زمانے میں زیادہ عروج پر پہنچ جاتی تھیں، دشمن کے وسائل اور تعداد کا مبالغہ آمیز بیان یا پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کر دئے جانے یا اسیر ہوجانے کی خبر، افواہ کے اصل محور ہوا کرتے تھے۔

جنگ احزاب کے موقع پر مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیت کچھ زیادہ مناسب نہیں تھی اس لئے کہ اسلام کے تمام مخالف گروہ پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کو صفحہ ہستی سے محو کرنے کے لئے جمع ہو گئے تھے، اور مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، اس موقع پر منافقین افواہ پھیلا کر مسلمانوں کی روحی حالت کو زیادہ سے زیادہ کمزور کر رہے تھے۔

خداوند عالم ذیل کی آیت میں منافقین کی حرکات کو برملا کرتے ہوئے تہدید کر رہا ہے کہ اگر اس بد رفتاری سے دست بردار نہ ہوئے تو ان کے ساتھ ایسا کیا جائے گا کہ یہ مدینہ میں رہ ہی نہیں سکتے ہیں۔

(لئن لم ينته المنافقون والذين في قلوبهم مرض و المرجفون في المدينة لنغرينك بهم ثم لا يجاورونك فيها الا قليلا (١٦٤))

پھر اگر یہ منافقین اور وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہ پھیلانے والے اپنی حرکتوں سے بعض نہ آئے تو ہم آپ ہی کو ان پر مسلط کردیں گے پھر تو یہ آپ کے ساتھ میں چند ہی دن رہ پائیں گے۔

سماج اور معاشرے میں مشتبہ خبروں کے رائج ہونے سے روکنے کا بہترین راستہ یہ ہے کہ:

(الف) اشخاص و افراد ان اخبار یا افواہ کو سننے کے بعد، جن کے صحیح ہونے میں شک و شبہ رکھتے ہیں اس کی تشہیر سے پرہیز کریں، افواہ کی تکرار و تشہیر دشمن کی ایک طرح سے مدد ہے اس لئے کہ وہ اس طرح سے اپنے شوم ارادہ اور مقصد میں کامیاب ہوجاتے ہیں اکثر مواقع پر اسلامی معاشرہ اس مصیبت میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے انسان کو ہر سماعت کردہ خبر نقل کرنے سے منع فرمایا ہے

((كفي بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع)) (١٦٥)

کسی انسان کے کاذب ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جس چیز کو سماعت کرے زبان پر بھی لے آئے۔

(ب) حقایق کو کشف کرنے، باطل کو حق سے جدا کرنے اور مشتبہ خبر کو الگ کرنے کے لئے قابل اطمینان منبع کی طرف رجوع کرنا چاہئے تاکہ وہ ابہام کو آشکار کردیں اور دشمن اپنے شوم و منحوس مقاصد یعنی مسلمانوں کی روحی وضعیت کو ضعیف کرنے یا مسلمانوں کے ایک دوسرے بالخصوص کار گزاران سے اعتماد کو سلب کرنے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

### (۳) افترا پردازی و الزام تراشی

تیسرا ذریعہ جو منافقین نفسیاتی جنگ کو وجود میں لانے کے لئے استعمال کرتے ہیں افتراء پردازی و الزام تراشی ہے، منافقین کی سیاسی رفتار کے خصائص میں سے ایک خصوصیت نفسیاتی جنگ کی ایجاد ہے تا کہ اسلامی معاشرے کی حرمت و آبرو اور امنیت کو خطرہ میں ڈال سکیں۔

اسلامی فرہنگ (کلچر) میں اشخاص کی آبرو، عزت، جان و اموال قابل احترام ہیں کوئی کسی ایک پر بھی تعرض کا حق نہیں رکھتا، اسی وجہ سے قانون معاشرت، حدود و قصاص مرتب کئے گئے ہیں تاکہ معاشرے کی امنیت مختلف زاویہ سے قائم رہے، ان تینوں یعنی جان، اموال اور آبرو میں سے حرمت و آبرو کا خاص مقام ہے پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((ان الله حرم من المسلم دمه و عرضه وان يظن به ظن السوء)) (١٦٦)

خداوند عالم مومن کی جان و آبرو کو محترم سمجھتا ہے، مومن کے سلسلہ میں سوء ظن حرام ہے

اسلام کي نگاه ميں آبرو، حرمت کا تحفظ اس قدر اہميت کا حامل ہے کہ زنا و لواط کے الزام لگانے کو اگر ثابت نہ کرسکے تو اسي کوڑے مارنے کا حکم ہے اسي طريقہ سے غير جنسي الزام لگانے پر حاکم شرع سزادے سکتا ہے، انبياء حضرات کے مخالفوں کا دائمي شيوہ کار، پاکيزہ هستيوں پر الزام و افتراء پردازي رهي ہے خصوصاً جنسي بهتان تراشي، يهاں تک کہ حضرات موسي عليه السلام اور بعض پیامبران پر بهي يہ تهمت لگائي گئي۔

نقل کیا جاتا ہے کہ قارون صرف اس لئے کہ زکاة کے قانون کو قبول نہ کرے اور فقرا و غربا کے حقوق ادا نہ کرے، ايک سازش رچی، ايک بد کردار عورت کو حکم ديا کہ مجمع ميں اٹھ کھڑي ہو اور حضرت موسي عليه السلام پر نا مشروع روابط کا الزام لگائے، خدا کے لطف کي بنا پر صرف يهي نہیں کہ قارون کي سازش ناکام رهي بلکہ اس عورت نے حضرت موسي عليه السلام کي پاکيزگي کا اعلان کرتے ہوئے قارون کي سازش کا بهي اعلان کرديا۔

خداوند متعال اس واقعہ کي طرف اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو نصيحت کر رہا ہے کہ تم لوگ قارون جيسي صفت کے حامل نہ ہونا۔

(يا ايها الذين آمنوا لا تكونوا كالذين آذوا موسي فبرأه الله مما قالوا وكان عند الله وحيهاً) (١٦٧)

ايمان والو! خبردار ان کے جيسے نہ بن جاؤ جنھوں نے موسي کو اذيت دي تو خدا نے موسي کو ان کے قول سے بري ثابت کرديا اور وہ الله کے نزديك ايک وحيہ انسان تھے

حضرت يوسف پر تهمت لگائي گئي کہ وہ زنا کا ارادہ کررھے تھے، حضرت داؤد عليه السلام پر الزام لگايا گیا کہ وہ ايک سپاهي کي بيوي سے شادي کرنا چاہتے تھے لہذا اس کے شوھر کو محاذ جنگ پر بھیج کر قتل کرا ديا، تاکہ اس کي بيوي سے شادي کرسکیں حضرت مریم عذرا سلام الله عليها پر نا مشروع روابط کي بهتان تراشي کي گئي۔

قرآن کریم کي آيتوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقين بهي اسلامي معاشرہ کے پاک طينت افراد کو اپني پليد فکر کا نشانہ بناتے رہے ہيں، افک کا واقعہ اسي طرز عمل کا ايک نمونہ ہے آيت افک کي شان نزول اور اصل واقعہ کو دو طريقہ سے بيان کیا گیا ہے۔

ليکن جو طرفين سے مسلم ہے وہ يہ ہے کہ ايک پاک دامن خاتون منافقين کي طرف سے مورد اتھام قرار دي گئي تھی، اسلامي معاشرے کے افراد اس کي عزت و آبرو کا دفاع کرنے کے بجائے اس افواہ کو وسعت دے رہے تھے خداوند عالم سورہ نور کي گيارھويں آيت سے لے کر سترھويں آيت تک کے ضمن ميں منافقين کي رفتار کي سرزنش اور مسلمانوں کے رد عمل کي توبيخ کرتے ہوئے، اس قسم کي افواہ و افتراء پردازي سے مبارزہ کرنے کے صحيح اصول و شيوہ کو بتا رہا ہے، آيات کا ترجمہ پيش کیا جارھا ہے:

بے شک جن لوگوں نے زنا کي تهمت لگائي وہ تم هي ميں سے ايک گروہ تھا۔ تم اسے اپنے حق ميں شر نہ سمجھو يہ تمھارے حق ميں خير ہے اور ہر شخص کے لئے اتنا هي گناہ ہے جو اس نے خود کمايا ہے اور ان ميں سے جس نے بڑا حصہ ليا ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے، آخر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے اس تهمت کو سنا تھا تو مومنين و مومنات اپنے بارے ميں خير کا گمان کرتے اور

کہتے کہ یہ تو کہلا ہوا بہتان ہے، پھر ایسا کیوں نہ ہوا پھر یہ چار گواہ بھی لے آئے اور جب گواہ نہیں لائے تو یہ اللہ کے نزدیک بالکل جھوٹے ہیں اور خدا کا فضل دنیا و آخرت میں اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جو چرچا تم نے کیا تھا اس سے تمہیں بڑا عذاب گرفت میں لے لیتا، جب تم اپنی زبان سے چرچا کر رہے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات نکال رہے تھے جس کا تمہیں علم بھی نہیں تھا اور تم اسے بہت معمولی سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی، اور کیوں نہ ایسا ہوا جب تم لوگوں نے اس بات کو سنا تھا تو کہتے کہ ہمیں ایسی بات کہنے کا کوئی حق نہیں ہے، خدایا! تو پاک و بے نیاز ہے اور یہ بہت بڑا بہتان ہے، اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم صاحب ایمان ہو تو اب ایسی حرکت دوبارہ ہرگز نہ کرنا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے خلاف معاویہ کی پرو پیگنڈا مشینری بہت زیادہ فعال تھی، موقع بہ موقع، بہتان تراشی و افترا پردازی سے کام لیتی رہتی تھی، معاویہ کے افترا و الزام میں سے ایک عثمان کے قتل میں آپ کی شرکت کا پروپیگنڈا تھا، جب کہ آپ کی ذات ایسی حرکات سے میرا تھی، آپ کا تارک الصلاة ہونا ایک دوسری تہمت تھی جو معاویہ نے پورے شام میں تشہیر کرا رکھی تھی۔

ہاشم بن عتبہ کا بیان ہے کہ معاویہ کے لشکر میں ایک جوان کو دیکھا جو بہت جوش ولولہ سے لڑ رہا تھا اس سے اس جوش و خروش کی وجہ دریافت کی، اس نے کہا میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں جو نماز نہیں پڑھتا ہے اور عثمان کا قاتل ہے ۱۶۸

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے فرق مبارک پر مسجد میں ضربت لگنے اور اس کے ذریعہ سے آپ کی شہادت واقع ہونے کی خبر جب شام میں منتشر ہوئی تو بعض شامی تعجب سے کہتے تھے کیا علی علیہ السلام نماز پڑھتے تھے؟!

حضرت علی علیہ السلام پر معاویہ کی طرف سے انتہائی دردناک و تکلیف دہ الزامات و اتہام میں سے ایک آپ کی طرف سے مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے سازش اور پروگرام مرتب کرنے کی تہمت تھی ۱۶۹

بہر حال منافقین کا طریقہ عمل، معاشرہ میں تلاطم و اضطراب پیدا کرنے کے لئے اتہام و الزام کے حربے کا استعمال ہوتا ہے ان کے بعض مقاصد اس سلسلہ میں بطور اجمال پیش کئے گئے ہیں۔

شخصیت کے مجروح اور افراد کو متہم کرنے کے سلسلہ میں منافقین کے اہداف یہ ہوتے ہیں کہ اپنے امنیتی و حفاظتی دائرہ کو محکم اور اپنی شخصیت کو مبرہ قرار دیں کیونکہ اپنی پوشیدہ حالت کے آشکار و عیاں ہونے سے خوف زدہ رہتے ہیں، لہذا دیگر اشخاص پر افتراء پردازی و الزام تراشی سے ہنگامہ و اضطراب پیدا کرتے رہتے ہیں تاکہ صاحبان ایمان کی شخصیت اس سے مضمحل اور متاثر ہوتی رہے ۱۷۰

۵۱. سورہ بقرہ / ۲۱۷۔
۵۲. سورہ آل عمران / ۱۴۹۔
۵۳. سورہ بقرہ / ۱۰۹۔
۵۴. سورہ قلم / ۹۔
۵۵. نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۰۔
۵۶. سورہ مائدہ / ۴۹۔
۵۷. سورہ اسراء / ۷۳ / ۷۴۔
۵۸. سورہ بقرہ / ۱۰۵۔
۵۹. سورہ آل عمران / ۱۲۰۔
۶۰. سورہ آل عمران / ۱۱۸ و ۱۱۹۔
۶۱. سورہ نساء / ۱۰۲۔
۶۲. نہج البلاغہ، نامہ / ۵۳۔
۶۳. سورہ توبہ / ۸۔
۶۴. سورہ بقرہ / ۲۱۷۔
۶۵. سورہ مائدہ / ۱۳۔
۶۶. سورہ انفال / ۶۰۔

۶۷. سورہ نساء / ۷۱، بعض مفسرین نے کلمہ حذر کو اسلحہ سے تفسیر کی ہے حالانکہ حذر کے معنی وسیع ہیں وسائل جنگ سے مختص نہیں نساء کی آیت ۱۰۲ حذر و اسلحہ کے تفاوت کو پیش کر رہی ہے اس آیت میں دونوں لفظ کا استعمال ہوا ہے اور یہ تعدد معنا کی علامت ہے، ان تصنعوا اسلحتکم و خذوا احذرکم)۔

۶۸. سورہ مائدہ / ۵۷، ۵۸۔
۶۹. سورہ نساء / ۱۴۰۔
۷۰. اس سلسلہ میں بحث اصل چہارم میں پیش کی جائے گی۔
۷۱. سورہ ممتحنہ / ۴۔
۷۲. سورہ ممتحنہ / ۸، ۹۔

٧٣. فتوح البلدان، ص٦٧.
٧٤. وسائل الشيعه، ج١١، ص٤٩.
٧٥. سوره مجادلہ/١٤.
٧٦. سوره انعام/٦٨.
٧٧. سوره آل عمران/١٤٩.
٧٨. سوره مريم/٨١.
٧٩. سوره نساء/١٣٩.
٨٠. سوره منافقون/٨.
٨١. سوره فاطر/١٠.
٨٢. الدر المنصور، ص٢، ص٧١٧.
٨٣. ميزان الحكمه، ج٦، ص٢٩٨.
٨٤. بحار الانوار، ج٧٨، ص١٠.
٨٥. سوره عنكبوت/٤١.
٨٦. سوره احزاب/٣٩.
٨٧. سوره آل عمران/١٧٣.
٨٨. نهج البلاغه، خطبه١٩٣.
٨٩. اصول كافي، ج٢، ص٦٨.
٩٠. سوره مائده/٥٢.
٩١. وسائل الشيعه، ج١، ص١٠.
٩٢. سوره احزاب/٦.
٩٣. سوره مائده/٥٥.
٩٤. سوره نساء/٦٤.
٩٥. سوره آل عمران/٣١.
٩٦. سوره نور/٥١.

٩٧. سورة يونس/٣٢، " فما ذا بعد الحق الا الضلال "-.

٩٨. سورة نور/ ٥٢-

٩٩. قاموس الرجال، ج٦، ص١٢١-

١٠٠. سورة نور، ٤٧، ٤٨-

١٠١. سورة نور/ ٤٩-

١٠٢. سورة نساء/ ٦٥-

١٠٣. وسائل الشيعه، ج١٨، ص٣-

١٠٤. سورة نساء/٦٠-

١٠٥. مواهب الرحمن، ج٨، ص٢٥٣-

١٠٦. سورة نساء/٦١-

١٠٧. سورة منافقون/٧-

١٠٨. سورة نساء/ ٨١-

١٠٩. سورة نور/٦٢-

١١٠. سورة نور/٦٣-

١١١. سورة توبه/ ٨١، ٨٢-

١١٢. سورة احزاب/٣٦-

١١٣. نهج البلاغه، حكمت ٣٢١ و نیز تاريخ طبري ض٦، ص٣٠٨٩، مروج ذهب، ج٢، ص٣٦٥-

١١٤. نهج البلاغه، خطبه ٣٤-

١١٥. نهج البلاغه، ١١٨

١١٦. تاريخ طبري، ج٢، ص٢٢٤. فروغ ابدیت، ج٢، ص٥٣٥-

١١٧. سورة حجرات/١-

١١٨. بحار الانوار، ج٦٨، ص١٦٤-

١١٩. سورة حجرات/٢-

۱۲۰. سورہ نور/۶۳۔ اس آیت کے لئے دو تفسیر بیان کی گئی ہے، ایک وہ جو متن میں موجود ہے دوسرے وہ جس کی علامہ طباطبائی تاکید کرتے ہیں کہ یہ آیت پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے سلسلہ میں ہے اور مفہوم یہ ہے کہ جس وقت پیامبر (ص) تم کو کسی امر کے لئے بلائیں چونکہ دعوت الہی رہبر کی طرف سے ہے لہذا پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو ایک معمولی و عادی دعوت نہیں سمجھنا چاہئے۔

۱۲۱. سورہ توبہ/۶۱۔

۱۲۲. الدرالمنثور، ذیل آیت ۵۸ سورہ توبہ۔

۱۲۳. اسد الغابہ، ص ۱، ص ۴۷۴۔

۱۲۴. سورہ توبہ ۵۸: لمز ونصح کے معنی میں فرق ہے لمز کینہ پروری کے بناء پر عیب یابی کے لئے ہوتا ہے تا کہ شخصیت کو نظروں سے گرا دیا جائے، کہا جاتا ہے۔

۱۲۵. سورہ نساء/ ۱۴۱، نکتہ قابل توجہ یہ ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں کی کامیابی کو فتح سے تعبیر کیا گیا ہے جب کہ کفار کی کامیابی کو نصیب سے تعبیر کیا گیا، اس بات کی طرف اشارہ ہے اگر کفار کو کامیابی ملے تو وہ وقتی اور محدود و پائدار نہیں ہے، لیکن دائمی فتح مومنین کے لئے ہے اس آیت کے ذیل میں اسی نکتہ کی تصریح ہو رہی ہے کہ کفار مومنین پر مسلط نہیں ہوسکتے۔

۱۲۶. سورہ احزاب/ ۱۹۔

۱۲۷. "سلفوکم، سلق" مادہ سے ہے اس کے معنی، کسی چیز کو غصہ سے کھولنا ہے خواہ یہ کھولنا ہاتھ سے ہو یا زبان سے، یہ تعبیر ان لوگوں کے لئے استعمال ہوئی ہے جو آمرانہ و طالبانہ طرز سے پختے ہیں اور کسی چیز کو طلب کرتے ہیں۔ السنہ حداد تیز و طرار زبان خشن ہونے کے لئے کنایہ ہے۔

۱۲۸. سورہ فتح/۱۵۔

۱۲۹. الامام الصادق و المذاہب الاربعہ، ج ۳ و ۴، ص ۳۱۲۔

۱۳۰. ملل و نحل شہرستانی، ج ۱، ص ۲۴۱؛ الامام الصادق و المذاہب الاربعہ، ج ۳ و ۴، ص ۳۱۴۔

۱۳۱. فضل اللہ نوری و مشروعیت: رویاروئی دو اندیشہ، ص ۲۵۱ و ۲۵۵۔

۱۳۲. سورہ حدید/۱۰۔

۱۳۳. نہضتہای اسلامی در صد سال اخیر، ص ۹۶-۹۹۔

۱۳۵. کلمات قصار پند ہا و حکمتہا، ص ۱۷۶۔

۱۳۶. سورہ ہود/ ۲۷۔

۱۳۷. سورہ شعراء/۱۱۱۔

۱۳۸. سورہ کہف/ ۲۸۔

۱۳۹. سورہ اعراف/ ۶۶۔

۱۴۰. سورہ توبہ/ ۱۶۔

۱۴۱. سورہ بقرہ/ ۱۲۔

۱۴۲. سورہ توبہ/ ۷۹۔

۱۴۳. سورہ فتح/ ۲۹۔ (محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء الکفار رحماء بینہم) محمد خدا کے فرستادہ ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کفار کے مقابلہ میں سخت اور اپنوں کے درمیان مہربان ہیں۔

۱۴۴. سورہ توبہ/ ۶۷۔

۱۴۵. سورہ نساء/ ۸۱۔

۱۴۶. اس جلسہ کی تشکیل اور اس کے افشاء ہونے کے سلسلہ میں بیان کیا جاچکا ہے۔

۱۴۷. سورہ روم/ ۲۱، ۳۲ (ولا تكون من المشركين من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاً كل حزب بما لديهم فرحون) مشرکوں میں سے نہ ہوجانا، ان لوگوں میں سے جنہوں نے دین میں تفرقہ پیدا کیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں پھر ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر مست و مگن ہے۔

۱۴۸. نہج البلاغہ، خطبہ ۲۷۔

۱۴۹. اصل لغت میں فتنہ، وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں سونے کو خالص کرنے کے لئے آگ میں قرار دیتے ہیں۔ قرآن میں فتنہ سات معانی میں استعمال ہوا ہے ان کا قدر مشترك (مشکل و سختی کا وجود ہے)۔

۱۵۰. سورہ انفال/ ۳۹، سورہ بقرہ/ ۱۹۳۔

۱۵۱. سورہ یونس/ ۳۲۔

۱۵۲. سورہ قصص/ ۴۔

۱۵۳. سورہ توبہ/ ۴۷۔ یہاں (سماع) سے مراد سادہ لوح اور تاثیر پذیری ہے گرچہ بعض مفسرین نے جاسوس کے معنی میں لیا ہے لیکن جب منافقین خود ہی لشکر میں ہوں تو جاسوسی کرنا لغو ہے۔

۱۵۴. سورہ توبہ/ ۱۰۷ (والذین اتخذوا مسجداً ضاراً وكفراً وتفریقاً بین المومنین)۔

۱۵۵. سورہ توبہ/ ۴۸۔

۱۵۶. تفسیر المیزان، ج ۱۰، ص ۲۳۸۔

۱۵۷. سیرت ابن ہشام ج ۲، ص ۲۹۔ منشور جاوید قرآن، ج ۴، ص ۸۱، ۸۲۔

۱۵۸. شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۵، ص ۱۸۱۔

۱۵۹. نہج البلاغہ، خطبہ ۲۵۔

۱۶۰. سورہ احزاب/۱۳۔

۱۶۱. اس نکتہ کو سورہ احزاب کی آیت نمبر ۶۰ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۶۲. سورہ نساء/۸۲۔

۱۶۳. نہج البلاغہ، حکمت، ۳۸۲۔

۱۶۴. احزاب ۶۰ اس آیت میں جو تین عنوان ذکر کئے گئے ہیں ۱: منافقین ۲: مریض دل ۳: مرجفون (افواہ پھیلانے والے) کیا یہ تینوں عنوان تین گروہ کے ہیں جو مدینہ میں سازش کر رہے تھے یا یہ ایک ہی گروہ کے صفات ہیں؟ بعض نے فرمایا ہے کہ سازش کرنے والے تین گروہ تھے منافقین، مریض دل کہ جن کا شمار اراذل و اوباش میں ہوتا تھا جو محاذ جنگ پر جانے کے بجائے مسلمانوں کے لئے اذیت و تکلیف کے اسباب فراہم کرتے تھے، مرجفون افواہ پھیلانے والے ہیں، لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تینوں عنوان منافقین کے لئے ہوں اس توضیح کے ساتھ کہ دوسرا اور تیسرا عنوان ان کی خصوصیت کو بیان کر رہا ہے جس کو اصطلاح میں ذکرالخاص بعدالعام کہا جاتا ہے۔

۱۶۵. بحار الانوار، ج ۲، ص ۱۵۹۔

۱۶۶. تفسیر قرطبی، ج ۱۶، ص ۳۳۲۔

۱۶۷. سورہ احزاب/۹۶۔

۱۶۸. تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۵۵۶۔

۱۶۹. الغارات، ج ۲، ص ۵۸۱۔

۱۷۰. اس نکتہ کو سورہ فتح کی آیت نمبر ۱۵ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

Ÿ

## فصل سوم : منافقین کی نفسیاتی خصائص

منافقین کی نفسیاتی خصائص

(۱) تکبر اور خود بینی

قرآن مجید وہ نکات جو منافقین کی نفسیاتی شناخت کے سلسلہ میں، روحی و نفسیاتی خصائص کے عنوان سے بیان کر رہا ہے، پہلی خصوصیت تکبر و خود محوری ہے۔

کبر کے معنی اپنے کو بلند اور دوسروں کو پست تصور کرنا، تکبر پرستی ایک اہم نفسیاتی مرض ہے جس کی بنا پر بہت زیادہ ہی اخلاقی انحرافات پیش آتے ہیں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

((ایک والكبر فانه اعظم الذنوب والتم العیوب)) (۱۷۱)

تکبر سے پرہیز کرو اس لئے کہ عظیم ترین معصیت اور پست ترین عیب ہے۔

کبر، اعظم الذنوب ہے یعنی عظیم ترین معصیت ہے کیونکہ تکبر ہی کے ذریعہ کفر نشو و نما پاتا ہے، ابلیس کا کفر اسی کبر سے وجود میں آیا تھا، جس وقت اسے آدم (ع) کے سجدہ کا حکم دیا گیا، اس نے خود کو آدم علیہ السلام سے بزرگ و برتر تصور کرتے ہوئے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس فعل کی بنا پر کفر کے راستہ پر چل پڑا۔

(ابی واستکبر و کان من الکافرین) (۱۷۲)

اس نے انکار و غرور سے کام لیا اور کافرین میں ہو گیا۔

انبیاء حضرات کے مخالفین، تکبر فطرت ہونے ہی کی بنا پر پیامبروں کے مقابلہ میں قد علم کرتے تھے، اور انبیاء حضرات کی تحقیر و تکفیر کرتے ہوئے آزار و اذیت دیا کرتے تھے، جب ان کو ایمان کے لئے دعوت دی جاتی تھی وہ اپنی تکبری فکر و فطرت کی بنا پر انکار کرتے ہوئے کہتے تھے۔

(قالوا ما انتم إلا بشر مثلنا) (۱۷۳)

ان لوگوں نے کہا تم سب ہمارے ہی جیسے بشر ہو۔

کبر، التم العیوب، ہے یعنی تکبر پست ترین عیب ہے اس لئے کہ متکبر فرد کی نفسیاتی حقارت و پستی کی نشان دہی ہوتی ہے، وہ فرد جو خود کو بزرگ تصور کرتا ہے وہ احساس کمتری کا شکار رہتا ہے، لہذا چاہتا ہے کہ تکبر کے ذریعہ اس کمی کا مداوا کرسکے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

((مامن رجل تکبر او تجبر إلا لذتة و جدھا فی نفسہ)) (۱۷۴)

کوئی فرد نہیں، جو تکبر یا ظالمانہ گفتگو کرتا ہو، اور پست طبیعت و حقیر نفس کا حامل نہ ہو۔

احادیث و روایات کے مطابق تکبر میں دو اہم بنیادی عنصر پائے جاتے ہیں، افراد کو پست و حقیر سمجھنا اور حق کے مقابلہ میں سر تسلیم خم نہ کرنا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

((الكبر ان تغمص الناس و تسفه الحق ((۱۷۵))

تکبر یہ ہے کہ لوگوں کی تحقیر کرو اور حق کو بے مقدار تصور کرو۔

اسلامی اخلاق کے پیش نظر تکبر کے دونوں عنصر شدید مذموم ہیں اس لئے کہ اشخاص کی تحقیر کرنا خواہ وہ ظاہراً کسی جرم کے مرتکب بھی ہوئے ہوں محرمات میں شمار ہوتا ہے، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

((ان الله تبارك و تعالي ..... اخفي وليه في عباده فلا تستصغرون عبدا من عبيد الله فرما يكون وليه وانت لا تعلم ((۱۷۶))

خداوند عالم نے اپنے خاص افراد کو اپنے بندوں کے درمیان پھیلا رکھا ہے، بندگان خدا میں کسی کی تحقیر و بے احترامی نہ کرو، شاید وہ اللہ کے دوستوں میں سے ہوں اور تمہیں علم نہ ہو۔

ایک دوسری روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ خدا فرماتا ہے:

((ليأذن بحرب مني من اذلّ عبدي المؤمن ((۱۷۷))

جو بھی کسی بندہ مومن کی تحقیر و تذلیل کرے ہم سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جائے۔

جمہوری اسلامی ایران کے بانی حضرت امام خمینی (رح) کتاب تحریر الوسیلہ کے امر بالمعروف والے باب میں تحریر فرماتے ہیں۔

معروف کے حکم دینے اور برائی سے روکنے والے خود کو مرتکب گناہ فرد سے برتر و بغیر عیب کے نہ جانیں، شاید ہوسکتا ہے کہ مرتکب گناہ (خواہ کبیرہ) اچھے صفات کا حامل ہو اور خدا اس کو دوست بھی رکھتا ہو لیکن تکبر و خود بینی کے گناہ کی وجہ سے امر بالمعروف کرنے والا سقوط کرجائے اور شاید ہوسکتا ہے کہ امر معروف و ناہی منکر ایسے برے صفات کے حامل ہوں کہ خداوند متعال کی نگاہ میں مبعوض ہوں چاہے خود انسان اپنے اس برے صفت کا علم نہ رکھتا ہو۔

لیکن اس بات کو عرض کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ امر بالمعروف اور حدود الہی کا اجرا ترک کردیا جائے بلکہ انسان و اشخاص کی کرامت و حرمت اور ایمانی منزلت کو حفظ کرتے ہوئے امر بالمعروف اور حدود کا اجرا کرنا چاہیے۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((اذا زنت خادم احدکم فليجلدها الحدو لا يعيرها ((۱۷۸))

اگر تمہاری کسی کنیز نے زنا کا ارتکاب کیا ہے تو اس پر زنا کی حد جاری کرو مگر اس کی عیب جوئی و طعنہ زنی کا تم کو حق نہیں۔

اسی بنا پر بارہا دیکھا گیا کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین نے زناء محصنہ کے مرتکب افراد پر حد جاری کرنے کے بعد خود با احترام اس کے جنازہ پر نماز میت پڑھی ہے اور ان کی حرمت و ابرو کو حفظ کیا ہے ۱۷۹

اکثر روایات اور احادیث میں حق کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے، نزاع اور جدال غیر احسن کے عنوان سے اس کی مذمت کی گئی ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا قول ہے:

((ما الجدال الذي يغير التي هي احسن ان تجادل مبطلا فيورد عليك مبطلا فلا تردّه بحجة قد نصبها الله ولكن تجدد قوله او تجدد حقا يريد ذلك المبطل ان يعين به باطله فتجدد ذلك الحق مخافة ان يكون عليك فيه حجة)) (۱۸۰)

جدال غیر احسن یہ ہے کہ کسی ایسے فرد سے بحث کیا جائے جا ناحق ہے اور اس کے ساتھ حجت و منطق نیز شرعی دلیل کے ذریعہ وارد بحث نہ ہوا جائے اور اس کے قول یا اس کے حق کو انکار کر دیا جائے اس خوف کی بنا پر کہ خدا ناخواستہ (حق) کے ذریعہ اپنے باطل کے لئے مدد لے۔

قرآن و روایات میں تسلیم حق کے سلسلہ میں زیادہ تاکید کی گئی ہے حق پذیر بنندگان خدا اور مومنین کے صفات میں بیان کیا گیا ہے۔

(فبشر عباد الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه، (۱۸۱)

اے پیغمبر! آپ میرے بندوں کو بشارت دے دیجئے جو باتوں کو سنتے ہیں اور جو بات اچھی ہوتی ہیں اس کا اتباع کرتے ہیں،

حق کے مقابلہ سر تسلیم خم کرنا مومنین کے صفات و خصائص میں سے ہے اور کبر کا نکتہ مقابل ہے۔

(طلبت الخضوع فما وجدت الا بقبول الحق، اقبلوا الحق فان قبول الحق يعد من الكبر) (۱۸۲)

میں نے خضوع کو طلب کیا اور اس کو صرف تسلیم حق میں پایا حق کے مقابلہ تسلیم پزیر رہو کہ یہ حالت تم کو کبر سے دور رکھتی ہے۔

آیات قرآن کی بنا پر تکبر منافقین کی صفات میں سے ہے۔

(و اذا قيل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله لووا رؤوسهم ورايتهم يصدون وهم مستكبرون) (۱۸۳)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے حق میں استغفار کریں گے تو یہ سر پھرا لیتے ہیں اور تم دیکھو گے کہ استکبار کی بنا پر منہ بھی موڑ لیتے ہیں۔

(و اذا قيل له اتق الله اخذته العزة بالاثم) (۱۸۴)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تقوائے الہی اختیار کرو تو وہ تکبر کے ذریعہ گناہ پر اتر آتے ہیں۔

(و اذا قيل لهم لا تفسدوا في الارض قالوا انما نحن مصلحون) (۱۸۵)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

قرآن کریم منافقین کے سلسلہ میں دونوں مناظر (تحقیر افراد اور عدم تسلیم حق) کی تصریح کر رہا ہے کہ وہ خود کو اہل فہم و فراست اور دیگر افراد کو سفیہ (احمق) سمجھتے ہیں اور اس وسیلہ سے اشخاص کی تحقیر کرتے ہیں۔

(و اذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناس قالوا انؤمن كما آمن السفهاء (۱۸۶)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ دوسرے مومنین کی طرح ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان اختیار کرلیں؟

منافقین کے بارے میں عدم تسلیم حق کی تصویر کشی کرتے ہوئے خدا ان کو خشک لکڑیوں سے تشبیہ دے رہا ہے۔

(کأنهم خشب مسندة (۱۸۷)

گویا سوکھی لکڑیاں ہیں جو دیوار سے لگادی گئی ہیں۔

## ۲) خوف و ہراس

قرآن کریم منافقین کی نفسیاتی خصوصیت کے سلسلہ میں دوسری صفت خوف و ہراس کو بتا رہا ہے، قرآن ان کو بے حد درجہ ہراساں و خوف زدہ بیان کر رہا ہے، اصول کی بنا پر شجاعت و شہامت، خوف وحشت کا ریشہ ایمان ہوتا ہے، جہاں ایمان کا وجود ہے دلیری و شجاعت کا بھی وجود ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

((لايكون المومن جبانا (۱۸۸)

مومن بزدل و خائف نہیں ہوتا ہے۔

قرآن مومنین کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے ان کی شجاعت اور مادی قدرت و قوت سے خوف زدہ نہ ہونے کی تصریح کر رہا ہے۔

(.....) وان الله لا يضيع اجر المؤمنين الذين استجابوا لله والرسول من بعد ما اصابهم القرع للذين احسنوا منهم واتقوا اجر عظيم الذين قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا و قالوا حسبنا الله و نعم الوكيل (۱۸۹)

خداوند عالم صاحبان ایمان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا (خواہ شہیدوں کے اجر کو اور نہ ہی مجاہدوں کے اجر کو جو شہید نہیں ہوئے ہیں) یہ صاحبان ایمان ہیں جنہوں نے زخمی ہونے کے بعد بھی خدا اور رسول کی دعوت پر لبیک کہا (میدان احد کے زخم بھہود بھی نہ ہونے پائے تھے کہ حمراء الاسد میدان کی طرف حرکت کرنے لگے) ان کے نیک کردار اور متقی افراد کے لئے نہایت درجہ عظیم اجر ہے، یہ وہ ایمان والے ہیں کہ جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے عظیم لشکر جمع کر لیا ہے لہذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔

حقیقی صاحبان ایمان کی صفت شجاعت ہے لیکن چونکہ منافقین ایمان سے بالکل بے بہرہ مند ہیں، ان کے نزدیک خدا کی قوت لایزال وہی حساب پر اعتماد و توکل کوئی مفہوم و معنا نہیں رکھتا ہے لہذا ہمیشہ موجودہ قدرت سے خائف و ہراساں ہیں خصوصاً میدان جنگ کہ جہاں شہامت، سرفروشی، ایثار ہی والوں کا گذر ہے، وہاں سے ہمیشہ فرار اور دور ہی سے جنگ کا نظارہ کرتے ہیں اور نتیجہ کے منتظر ہوتے ہیں۔

(فاذا جاء الخوف رأيتهم ينظرون اليك تدور أعينهم كالذي يغشي عليه من الموت )  
۱۹۰۔ جب خوف سامنے آجائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے ان کی آنکھیں یوں پھر رہی جیسے موت کی غشی طاری ہو۔

سورہ احزاب کی آٹھویں آیت سے پینتیسویں آیت، جنگ خندق کے سخت حالات و مسائل سے مخصوص ہے، ان آیات کے ضمن میں چھ مرتبہ صداقت کا ذکر کیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ بعض افراد کے خوف و ہراس کو بھی بیان کیا گیا ہے، جنگ احزاب اپنے خاص شرائط (زمانی و مکانی) کی بنا پر مومنین کی ایمانی صداقت اور منافقین کے جھوٹے دعوے کو پرکھنے کے لئے بہترین کسوٹی و محک ہے۔

ایمان میں صادق افراد کا ذکر آیت نمبر تیس اور چوبیس میں ہو رہا ہے:

(من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظرو ما بدلوا تبديلا ليجزي الله الصادقين بصدقهم و يعذب المنافقين ان شاء او يتوب عليهم ان الله كان عفورا رحیما (۱۹۱)

مومنین میں ایسے بھی مرد میدان ہے جنہوں نے اللہ سے کئے وعدہ کو سچ کر دیکھایا ہے ان میں بعض اپنا وقت پورا کرچکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے تا کہ خدا صادقین کو ان کی صداقت کا بدلہ دے اور منافقین کو چاہے تو ان پر عذاب نازل کرے یا ان کی توبہ قبول کرے اللہ یقیناً بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

ان آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ ایمان میں صادق سے مراد دین کی راہ میں جہاد و شہادت ہے بعض افراد نے شہادت کے رفیع مقام کو حاصل کر لیا ہے اور بعض اگرچہ ابھی اس عظیم مرتبہ پر فائز نہیں ہوئے ہیں لیکن شجاعت و شہامت کے ساتھ ویسے ہی منتظر و آمادہ ہیں، اسی سورہ کی آیت نمبر بیس میں خوبصورتی کے ساتھ منافقین کے اضطراب و خوف کو میدان جنگ کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے، آیت اور اس کا ترجمہ اس سے قبل پیش کیا جاچکا ہے۔

### (۳) تشویش و اضطراب

منافقین کی نفسیاتی خصوصیت میں سے، تشویش و اضطراب بھی ہے چونکہ ان کا باطن ظاہر کے برخلاف ہے لہذا ہمیشہ اضطراب کی حالت میں رہتے ہیں کہیں ان کے باطن کے اسرار افشانہ ہوجائیں اور اصل چہرہ کی شناسائی نہ ہوجائے جس شخص نے بھی خیانت کی ہے یا خلاف امر شی کا مرتکب ہوا ہے اس کے افشا سے ڈرتا ہے اور تشویش و اضطراب میں رہتا ہے عربی کی مثل مشہور ہے "الخائن خائف" خائن خوف زدہ رہتا ہے، دوسرے یہ کہ منافقین نعمت ایمان سے محروم ہونے کی بنا پر مستقبل کے سلسلہ میں کبھی بھی امید واری و درخشندگی کا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں اور اپنے انجام کار سے خائف اور ہراساں رہتے ہیں اس کے برخلاف صاحبان ایمان یاد الہی اور اپنے ایمان کی بنا پر اطمینان و سکون سے ہمکنار رہتے ہیں۔

(ألا بذكر الله تطمئن القلوب (۱۹۲)

آگاہ ہو جاؤ کہ ذکر خدا ہی سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

منافقین اپنی خیانت کارانہ حرکات کی وجہ سے اضطراب و تشویش کی وادی میں پڑے رہتے ہیں لہذا ہر قسم کی افشا گری و تہدید کی آواز کو اپنے خلاف ہی تصور کرتے ہیں۔

(يحبسون كل صيحة عليهم (۱۹۳)

یہ ہر فریاد کو اپنے خلاف ہی گمان کرتے ہیں۔

منافقین کی دائمی کوشش یہ رہتی ہے کہ جس طرح سے بھی ہو خود کو مومنین کی صفوں میں داخل کریں اور صاحبان ایمان کو مطمئن کرادیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں لیکن ہمیشہ پریشان خیال رہتے ہیں کہ کہیں رسوا و ذلیل نہ ہو جائیں۔

(و يحلفون بالله انهم لمنكم و ما هم منكم و لكنهم قوم يفرقون (۱۹۴)

اور یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ یہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں یہ لوگ بزدل ہیں۔

ان کے ہراسان و پریشان رہنے کی کیفیت یہ ہے کہ جب بھی کوئی جدید آیت کا نزول ہوتا ہے تو ڈرتے ہیں کہ کہیں وحی کے ذریعہ ہمارے اسرار فاش نہ ہو جائیں، اس نکتہ کو قرآن کریم صراحت سے بیان کر رہا ہے اور تاکید کر رہا ہے کہ راہ نفاق کا انجام خیر نہیں ہو سکتا، اگرچہ چند روز اپنے باطن کو چھپانے میں کامیاب ہو جائیں لیکن سر انجام رسوا و ذلیل ہو کر رہیں گے۔

(يحذر المنافقون ان تنزل عليهم سورة تنبئهم بما في قلوبهم قل استهزئوا ان الله مخرج ما تحذرون (۱۹۵)

منافقین کو یہ خوف بھی ہے کہ کہیں کوئی سورہ نازل ہو کر مسلمانوں کو ان کے دل کے حالات سے باخبر نہ کر دے تو آپ کہہ دیجئے کہ تم اور مذاق اڑاؤ اللہ بھر حال اس چیز کو منظر عام پر لے آئے گا جس کا تمہیں خطرہ ہے۔

سورہ بقرہ کی آیات نمبر سترہ سے بیس تک میں منافقین کی کشمکش، ترس و اضطراب کی حالت، کو دو معنی خیز تشبیہوں کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔

## (۴) لجاجت گری

منافقین کی چوتھی نفسیاتی خصوصیت لجاجت گری ہے لجاجت ایک روحی و نفسانی مرض ہے جو صحیح معرفت کے حصول میں اساسی مانع ہے معرفت شناسی میں اس نکتہ کو بیان کیا گیا ہے کہ بعض اخلاقی ردائل سبب ہوتے ہیں کہ انسان حقیقت تک نہ پہنچ سکے، جیسے بیہودہ تعصب، بغیر دلیل خاص، نظریہ پر اصرار، غلط آرزو اور خواہشات وغیرہ..... ۱۹۶

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام دو حدیث میں اس مطلب کو صراحتاً بیان فرما رہے ہیں:

((اللجاجة تسل الراي (١٩٧))

لجاجة صحيح و مستحكم راي کو فنا کردیتی ہے۔

((اللجوج لا راي له (١٩٨))

لجاجة گر فرد صحيح فکر و نظر کا مالک نہیں ہوتا۔

جو فرد لجاجة گري کي وادي ميں سر گردان هو وه صاحب راي و نظر نہیں هوسکتا هے کيوں کہ لجاجة اس کي بينائي و دانائي پر ايک ضخيم پرده ڈال ديتي هے جس کي بنا پر لجاجة گر فرد تمام حقائق کو اپني خاص نظر سے دیکھتا هے لهدا ایسا فرد حق شناسي کے وسائل و نور حق کو اختيار ميں رکھتے هوئے بهي حقيقت تک نہیں پهونچ سکتا هے چونکہ منافقين کا بنيادي منشا اپني آمال و خواهشات کي تکميل اور باطل راه ميں قدم رکھنا هے لهدا کبهي بهي حق کو حاصل نہیں کرسکتا هے، امير المومنين حضرت علي عليه السلام فرماتے هيں:

((من كان غرضه الباطل لم يدرك الحق ولو كان اشهر من الشمس (١٩٩))

جس کا بنيادي هدف باطل هو کبهي بهي حق کو درک نہیں کرسکتا هے خواه حق آفتاب سے روشن ترهي کيوں نہ هو

قرآن مجيد منافقين کي حالت لجاجة کو بيان کرتے هوئے ان کي يوں توصيف کر رکھا هے:

(صم بکم عمي فهم لا يرجعون (٢٠٠))

یہ سب بہرے، گونگے اور اندھے هوگئے هيں اور پلٹ کر آنے والے نہیں هيں۔

منافقين کي لجاجة سبب بن گئي کہ وه نہ سن سکے جو سننا چاهئے تھا، نہ دیکھ سکے جو دیکھنا چاهئے تھا، نہ کہہ سکے جو کہنا چاهئے تھا، باوجودیکہ آنکھ، کان، زبان جو ايک انسان بااعتدال کے لئے صحيح ادراک کے وسائل هيں، یہ بهي اختيار ميں رکھتے هيں ليکن ان کي لجاجة گري سبب هوئي کہ عظيم نعمات سے محروم، اور جهالت کي وادي ميں سر گرداں هيں۔

منافقين کا بهرہ، اندھا، گونگا هونا آخرت سے مخصوص نہیں بلکہ اس دنيا ميں بهي ایسے هي هيں، ان کا قيامت ميں بهرہ، اندھا، گونگا هونا ان کے حالات سے اسي دنيا ميں مجسم هے۔

(لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم آذان لا يسمعون بها (٢٠١))

ان کے پاس دل هے مگر سمجھتے نہیں هيں، آنکھيں هيں مگر دیکھتے نہیں هيں، کان هيں مگر سنتے نہیں۔

مذکورہ آيت سے استناد کرتے هوئے کہا جاسکتا هے منافقين اسي دنيا ميں اپني لجاجة کي بنا پر صحيح سماعت و بصارت، زبان گویا، حق کو درک اور بيان کرنے کے لئے نہیں رکھتے هيں، اور مدام باطل کے گرداب ميں غوطہ زن هيں۔

ماحصل یہ ہے کہ منافقین کے فہم و شعور کے منافذ و مسلمات لجاجت پسندی کی بنا پر بند ہو چکے ہیں۔

قرآن مجید نفاق کی اس حالت کو (طبع قلوب) سے یاد کر رہا ہے۔

(طبع اللہ علی قلوبہم فہم لا یعلمون (۲۰۲)

خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور اب وہ لوگ کچھ جاننے والے نہیں۔

(فطبع علی قلوبہم فہم لا یفقہون (۲۰۳)

ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے تو اب کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں۔

جو مہر ان کے دلوں پر لگائی گئی ہے اس کا سبب یہ ہوگا کہ حق کی گفتگو سماعت نہ کرسکیں اور حق کی عدم قبولیت ان کی ہمیشہ کی روش بن جائے، البتہ یہ بات واضح ہے کہ طبع قلوب (دلوں پر مہر لگانا) کے اسباب خود انہوں نے فراہم کئے ہیں اور ان کے دلوں پر مہر لگانا خود ان کے افعال و کردار کا نتیجہ ہے۔

### (۵) ضعف معنویت

منافقین کی پانچویں نفسیاتی و نفسانی صفت جسے قرآن مجید بیان کر رہا ہے معنویت میں ضعف و سستی کا وجود ہے، یہ گروہ ضعف بصارت کی بنا پر خدا سے زیادہ عوام اور لوگوں کے لئے حرمت و عزت کا قائل ہے۔

منافقین محکم و راسخ ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے غیبی و معنوی قدرت پر بھی محکم و کامل ایمان نہیں رکھتے، ان کی ساری غیرت اور خوف فقط ظاہری ہے، عوام سے حیا کرتے ہیں، لیکن خدا کے محضر میں بے حیا ہیں چونکہ خود کو الہی محضر میں سمجھتے ہی نہیں اور خدا کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔

(یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وهو معہم اذ یبیتون مالا یرضی من القول وكان اللہ بما یعلمون محیطاً (۲۰۴)

یہ لوگ انسانوں کی نظروں سے اپنے کو چھپاتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپ سکتے ہیں جب کہ وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ رہتا ہے جب وہ ناپسندیدہ باتوں کی سازش کرتے ہیں اور خدا ان کے تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اگر ظاہر میں ایک عبادت انجام دیں یا ظواہر اسلامی کی رعایت کریں تو صرف عوام نیز لوگوں کی توجہ و اعتماد کو حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے ورنہ ان کی عبادتیں ہر قسم کے مفہوم اور معنویت سے خالی ہیں۔

(ان المنافقین... اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یراثون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً (۲۰۵)

منافقین... جب نماز کے لئے اٹھتے بھی ہیں تو سستی کے ساتھ، لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں، اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

(ولا یأتون الصلوٰۃ الا وہم کسالیٰ (۲۰۶)

اور یہ نماز بھی سستی اور تσαھلی کے ساتھ بجالاتے ہیں۔

اگر چہ مذکورہ دونوں آیات میں منافقین کی ریا و کسالت (سستی) نماز کے موقع کے لئے بیان کی گئی ہے، لیکن علامہ طباطبائی (رح) تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں نماز، قرآن میں تمام معنویت کا محور و مرکز ہے لہذا اس نکتہ پر توجہ کرتے ہوئے دونوں آیت کا مفہوم یہ ہے کہ منافقین تمام عبادت و معنویت میں بے حال و سست ہیں اور صاحبان ایمان کے جیسی نشاط و فرحت، سرور و شادمانی نہیں رکھتے ہیں۔

البتہ قرآن مجید کی بعض دوسری آیات میں بھی منافقین کی عبادات کو بے معنویت اور سستی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(ولا ینفقون الا وہم کارھون (۲۰۷)

اور راہ خدا میں کراہت و ناگواری کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔

یہ آیت صراحتاً بیان کررہی ہے کہ ان کے انفاق کی بنا اخلاص و خلوص پر نہیں ہے، سورہ انفال میں بھی مسلمانوں کے مبارزہ و جہاد کی صف میں ان کی حرکات کو ریا سے تعبیر کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو اس منافقانہ عمل سے دور رہنے کے لئے کہا گیا ہے:

(ولا تکونوا کالذین خرچوا من دیارہم بطرا و رئا الناس (۲۰۸)

اور ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلتے ہیں۔

بہر حال جن اشخاص نے دین کے اظہار کو قدرت طلبی، شیطانی خواہشات کے حصول کے لئے وسیلہ قرار دیا ہے، ان کی رفتار و گفتار میں دین داری کی حقیقی روح نہیں ملتی ہے وہ عبادت کو خود نمائی کے لئے اور سستی سے انجام دیتے ہیں۔

### ۶) خواہشات نفس کی پیروی

منافقین کی چھٹی نفسیاتی خصوصیت، خواہشات نفسانی کی پیروی اور اطاعت ہے، منافقین حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور عقل و نقل کی پیروی اور اطاعت کرنے کے بجائے، امیال و خواہشات نفسانی کے تابع و پیروکار ہیں، صعیف اعتقاد نیز باطل اور نحس مقاصد کی بنا پر خدا پرستی و حق محوری ان کے لئے کوئی مفہوم و معنی نہیں رکھتا ہے وہ خواہشات نفسانی کے مطیع و خود محوری کے تابع ہیں۔

(اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبہم واتبعوا اھوائہم (۲۰۹)

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگادی ہے اور انہوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کرلیا ہے۔

تکبر اور برتر بینی خواہشات نفسانی کی نمائش و علامت میں سے ایک ہے، خواہشات نفسانی کے دو آشکار نمونے، ریاست و منصب کی طلب اور دنیا پرستی

ہے جو منافقین میں پائی جاتی ہے، مال و منصب کی محبت، نفاق کی جڑوں کو دلوں میں رشد اور مستحکم کرنے کے عوامل میں سے ہیں۔

پیامبر عظیم الشان فرماتے ہیں:

((حب الجاہ و المال ینبتان النفاق کما ینبت الماء البقل ((۲۱۰))

مال دنیا اور مقام و منصب کی محبت، نفاق کو دل میں یوں رشد دیتی ہے جیسے پانی سبزے کو نشو نما دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ وہ ریاست و منصب قابل مذمت ہے جس کا مقصد و ہدف انسان ہو یہ وہی مقام پرستی ہے جو لوگوں کے دین کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔

نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے محضر میں کسی کا نام لیتے ہوئے کہا گیا وہ منصب و مقام پرست ہے، آپ نے فرمایا:

((ما ذئبان ضاریان فی غنم قد تفرق رعاؤہا بأضر فی دین المسلم من الریاستہ ))  
۲۱۱

دو خونخوار بھیڑیوں کا خطرہ ایسے گلہ کے لئے جو بغیر چوپان کے ہو اس خطرہ سے زیادہ نہیں، جو خطرہ مسلمان کے دین کو ریاست طلبی و مقام پرستی سے ہے۔

لیکن وہ مال و مقام جو اپنی اور اپنے خانوادے کی زندگی کی بہتری نیز مخلوق خدا کی خدمت اور پرچم حق کو بلند و قائم کرنے اور باطل کو ختم کرنے کے لئے ہو، وہ قابل مذمت نہیں ہے بلکہ عین آخرت اور حق کی راہ میں قدم بڑھانا ہے، شاید کبھی واجب بھی ہو سکتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اپنی پیوند زدہ اور بے قیمتی نعلین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن عباس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:

((واللہ لہی احب الی من امرتکم الا ان اقیم حقا او ادفع باطل ((۲۱۲))

خدا کی قسم! یہ بی قیمت نعلین مجھے تمہارے اوپر حکومت سے زیادہ عزیز ہے مگر یہ کہ حکومت کے ذریعہ کسی حق کو قائم کرسکوں یا کسی باطل کو دفع کرسکوں۔

اس بنا پر اسلام میں اپنے اور خانوادے کی معاشی زندگی کے لئے کوشش و تلاش کو راہ خدا میں جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

((الکاد علی عیالہ کالمجاہد فی سبیل اللہ ((۲۱۳))

جو فرد بھی اپنے خانوادے کی امرار معاش کے لئے کوشش و سعی کرتا ہے وہ مجاہد راہ خدا ہے

دوسرے افراد کی خدمت گزاری کو بھی بہترین افعال میں شمار کیا گیا ہے۔

((خیر الناس انفعہم للناس ((۲۱۴))

بہترین فرد وہ ہے جس سے بیشتر فائدہ لوگوں کو پہنچتا ہے۔

لیکن منافقین کے اہداف فقط دنیا کے اموال، مناصب و اقتدار پر قبضہ کرنا ہے، دوسروں کی خدمت مدنظر نہیں ہے، اور اپنے اس پست و حقیر مقصد کے حصول کی خاطر تمام اسلامی و انسانی اقدار کو پامال کرنے کے لئے حاضر ہیں۔

مدینہ کے منافقین کا سرغنہ، عبد اللہ ابن ابی کا باطنی مرض یہ تھا کہ جب اس نے اپنی ریاست کے دست و بازو قطع ہوتے دیکھے تو تمام خیانت کاری و پست فطرتی کا مظاہرہ پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و مسلمانوں پر کرنے لگا کہ شاید ہاتھ سے جاچکا مقام و منصب دوبارہ حاصل ہو جائے۔

منافقین کی دنیا طلبی کی شدید خواہش کی کیفیت کو قرآنی آیات نے بخوبی بیان کیا ہے، قرآن کریم اکثر موارد پر اس نکتہ کو بیان کر رہا ہے کہ منافقین اگرچہ میدان جنگ میں کوئی فعال کردار ادا نہیں کرتے لیکن جنگ ختم ہوتے ہی غنائم کی تقسیم کے وقت میدان میں حاضر ہوجاتے ہیں، اور اپنے سهم کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں اس موضوع سے مربوط بعض آیات کو منافقین کی موقع پرستی کی بحث میں بیان کیا جاچکا ہے۔

### (۷ گناہ کی تاویل گری)

منافقین کی نفسیاتی خصوصیت کی ساتویں کڑی، گناہ کی توجیہ و تاویل گری ہے اس سے قبل اشارہ کیا گیا ہے کہ منافقین کی تمام سعی لا حاصل یہ ہے کہ اپنے باطن اور پلید نیت کو مخفی کر کے، اور جھوٹی قسمیں کھا کر، ظواہر کی آراستگی کرتے ہوئے خود کو صاحبان ایمان واقعی کی صفوف میں شامل کر لیں۔

اگرچہ صدر اسلام میں ایسا ممکن ہوسکا ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے باطن کو مخفی نہیں رکھ سکتے چونکہ ان سے بعض اوقات ایسے افعال و اعمال صادر ہوجاتے ہیں کہ جس کی وجہ سے مومنین ان کے ایمان میں شک کرنے لگتے ہیں لہذا منافقین، اس لئے کہ مسلمانوں کی نظروں سے نہ گر جائیں، نیز مسلمانوں کا اعتماد ان سے سلب نہ ہوجائے اپنے کردار اور برے افعال کی عام پسند توجیہ و تاویل کرنے لگتے ہیں۔

(فکیف اذا اصابتم مصیبة بما قدمت ایدیہم ثم جاؤوک یحلفون باللہ ان اردنا الا احسانا و توفیقا اولئک الذین یعلم اللہ ما فی قلوبہم فأعرض عنہم و عظیمہم و قل لہم فی انفسہم قولا بلیغا (۲۱۵)

پس اس وقت کیا ہوگا جب ان پر ان کے اعمال کی بنا پر مصیبت نازل ہوگی وہ آپ کے پاس آکر خدا کی قسم کھائیں گے کہ ہمارا مقصد صرف نیکی کرنا اور اتحاد پیدا کرنا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل کا حال خدا خوب جانتا ہے لہذا آپ ان سے کنارہ کش رہیں انہیں نصیحت کریں اور ان کے دل پر اثر کرنے والی موقع و محل سے مربوط بات کریں۔

جہاد و معرکہ کا میدان ان مقامات میں سے ہے جہاں منافقین حاضر ہوتے ہوئے بے حد درجہ خائف و ہراساں رہتے ہیں لہذا جہاد میں شریک نہ ہونے کی خاطر (جہاد میں عدم شرکت عظیم گناہ ہے) عذر تراشی کرتے ہوئے تاویل و توجیہ کیا کرتے تھے ذیل کی آیت میں ایک منافق کی جنگ تبوک میں عدم شرکت کی عذر تراشی اور تاویل کو بیان کیا گیا ہے۔

(ومنهم من يقول ائذن لي ولا تفتني الا في الفتنة سقطوا وان جهنم لمحيطه  
بالكافرين (۲۱۶)

ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دے دیجئے اور فتنہ  
میں نہ ڈالیے تو آگاہ ہوجاؤ کہ یہ واقعاً فتنہ میں گر چکے ہیں اور جہنم تو کافریں کو  
ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اس آیت کی شان نزول کے لئے بیان کیا گیا ہے کسی قبیلہ کا ایک بزرگ جو  
منافقین کے ارکان میں تھا رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت چاہی  
کہ جنگ تبوک میں شرکت نہ کرے اور عدم شرکت کی وجہ اور دلیل یہ بیان کی کہ  
اگر اس کی نظریں رومی عورتوں پر پڑے گی تو ان پر فریفتہ اور گناہوں میں مبتلا  
ہوجائے گا، پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت فرمادی کہ وہ مدینہ  
ہی میں رہے، اس واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس نے اس کے باطن کو افشا  
کر کے رکھ دیا اور خداوند عالم نے اسے جنگ میں عدم شرکت کی بنا پر عصیان گر  
اور فتنہ میں غریق فرد سے تعبیر کیا ہے ۲۱۷، منافقین کے دوسرے وہ افراد جو  
جنگ احزاب میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کا عذر یہ تھا کہ وہ اپنے گھر اور مال و  
دولت کے تحفظ سے مطمئن نہیں ہیں، ذیل کی آیت ان کی پلید فکر کو فاش کرتے  
ہوئے ان کی عدم شرکت کے اصل مقصد کو جنگ سے فرار بیان کیا ہے۔

(ويستأذن فريق منهم النبي يقولون ان بيوتنا عورة وما هي بعورة ان يريدون الا  
فرارا (۲۱۸)

اور ان میں سے ایک گروہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگ رہا  
تھا کہ ہمارے گھر خالی پڑے ہوئے ہیں حالانکہ وہ گھر خالی نہیں تھے بلکہ یہ  
لوگ صرف بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔

بہر حال گناہ کی تاویل و توجیہ خود عظیم گناہ ہے جس کے منافق مرتکب  
ہوتے رہتے تھے بسا اوقات ممکن ہے منافقین سیدھے، سادے و زور باور و مومنین  
کو فریب دیدیں، لیکن وہ اس سے غافل ہیں کہ خدا ہر اس شی سے جو وہ اپنے  
قلب کے اندر مخفی کئے ہوئے ہیں آگاہ ہے ان کو اس دنیا میں ذلیل و رسوا کرے  
گا اور آخرت میں بھی دوزخ کے عذاب سے ان کا استقبال کیا جائے گا، یہ نکتہ بھی  
قابل ذکر ہے کہ منافقین کی تاویل و توجیہ کا سلسلہ صرف فردي مسائل سے  
مختص نہیں بلکہ اجتماعي و معاشرتي، ثقافتی اور سیاسی مسائل میں بھی تاویل  
و توجیہ کرتے رہتے ہیں کہ اس موضوع پر بھی بحث ہوگی۔

---

۱۷۱. تصنیف الغرر الحکم، ص ۲۰۹۔

۱۷۲. سورہ بقرہ/۳۴۔

۱۷۳. سورہ یس/۱۵۔

۱۷۴. اصول کافی، ج ۲، ص ۳۱۲۔

۱۷۵. میزان الحکمة، ج ۸، ص ۳۰۵، بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۲۱۷۔

١٧٦. بحار الانوار، ج ٩٠، ص ٢٦٢.
١٧٧. بحار الانوار، ج ٧٥، ص ١٤٥.
١٧٨. مجموعه ورام، ج ١، ص ٥٧.
١٧٩. سفينة البحار، ج ١، ص ٥١٢، وسائل الشيعة، ج ١٨، ص ٣٧٥، بحار الانوار، ج ٢٨ ص ١٢.
١٨٠. تفسير نور الثقلين، ج ٢، ص ١٦٣.
١٨١. سورة زمر/١٧، ١٨.
١٨٢. بحار الانوار، ج ٦٩، ص ٣٩٩.
١٨٣. سورة منافقون/٥.
١٨٤. سورة بقر/٢٠٦.
١٨٥. سورة بقر/١١.
١٨٦. سورة بقره/١٣.
١٨٧. سورة منافقون/٤.
١٨٨. بحار الانوار، ج ٦٧، ص ٣٦٤.
١٨٩. سورة آل عمران/ ١٧٣، ١٧١.
١٩٠. سورة احزاب/١٩.
١٩١. سورة احزاب ٣٢، ٢٤.
١٩٢. سورة رعد/٢٨.
١٩٣. سورة منافقون/٤.
١٩٤. سورة توبه/٥٦.
١٩٥. سورة توبه/٦٤.
١٩٦. نظرية المعرفة، ص ٢١٩.
١٩٧. نهج البلاغه، حكمت، ١٧٩.
١٩٨. ميزان الحكمة، ج ٨، ص ٤٨٤.
١٩٩. غرر الحكم، نمبر ٨٨٥٣.

۲۰۰. سورہ بقرہ/۱۸۔
۲۰۱. سورہ اعراف/۱۷۹۔
۲۰۲. سورہ توبہ/۹۳۔
۲۰۳. سورہ منافقون/۳۔
۲۰۴. سورہ نساء/۱۰۸۔
۲۰۵. سورہ نساء/۱۴۲۔
۲۰۶. سورہ توبہ/۵۴۔
۲۰۷. سورہ توبہ/۵۴۔
۲۰۸. سورہ انفال/۴۷۔
۲۰۹. سورہ محمد/۱۶۔
۲۱۰. المحجۃ البيضاء، ج ۶، ص ۱۱۲۔
۲۱۱. بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۴۵۔
۲۱۲. بہج البلاغہ، خطبہ ۳۳۔
۲۱۳. بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۳۲۴۔
۲۱۴. مستدرک الوسایل، ج ۱۲، ص ۳۹۱۔
۲۱۵. سورہ نساء/ ۶۲، ۶۳۔
۲۱۶. سورہ توبہ/۴۹۔
۲۱۷. مجمع البیان، ج ۳، ص ۳۶۔
۲۱۸. سورہ احزاب/۱۳۔

یٰ

## فصل چہارم: منافقین کی ثقافتی (کلچرل) خصائص

۱۔ خودی اور اپنائیت کا اظہار

## خودی اور اپنائیت کا اظہار

منافقین کو اپنی تخریبی اقدامات جاری رکھنے کے لئے تاکہ صاحب ایمان حضرات کی اعتقادی اور ثقافتی اعتبار سے تخریب کاری کرسکیں، انہیں ہر چیز سے اشد ضرورت مسلمانوں کے اعتماد و اعتبار کی ہے تاکہ مسلمان منافقین کو اپنوں میں سے تصور کریں اور ان کی اپنائیت میں شک سے کام نہ لیں، اس لئے کہ منافقین کے انحرافی القائات معاشرے میں اثر گزار ہوں اور ان کے منحوس مقاصد کی تکمیل ہوسکے۔

ان کی تمام سعی و کوشش یہ ہے کہ خود معاشرے میں اپنائیت کی جلوہ نمائی کرائیں، اس لئے کہ وہ جانتے ہیں اگر ان کے باطن کا افشا، اور ان کے اسرار آشکار ہوگئے تو کوئی شخص بھی منافقین کی باتوں کو قبول نہیں کریگا اور ان کی سازشیں جلد ہی ناکام ہوجائیں گی، ان کے راز افشا ہونے کی بنا پر اسلام کے خلاف ہر قسم کی تبلیغی فعالیت، نیز سیاسی سرگرمی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، لہذا منافقین کا بنیادی اور ثقافتی هدف اپنے خیر خواہ ہونے کی جلوہ نمائی اور عمومی مسلمانوں کے اعتماد کو کسب کرنا ہے اور یہ بہت عظیم خطرہ ہے کہ افراد و اشخاص، بیگانے اور اجنبی شخص کو اپنوں میں شمار کرنے لگیں، اور معاشرہ میں خواص کی نگاہ سے دیکھا جانے لگے، ثقافتی حادثہ اس وقت وجود میں آتا ہے کہ جب مسلمین منافقین کی ثقافتی روش طرز سے آشنائی نہ رکھتے ہوں اور ان کو اپنا دوست بھی تصور کریں، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام مختلف افراد کے ظواہر پر اعتماد کرنے کے خطرات اور اشخاص کی اہمیت پر توجہ کرنے کی ضرورت کے متعلق فرماتے ہیں۔

((انما اتا کبا لحدیث اربعۃ رجال لیس لہم خامس رجل منافق مظہر للایمان متصنع بالاسلام لا یتأثم ولا یتحرج یکذب علی رسول اللہ متعمدا فلو علم الناس انہ منافق کاذب لم یقبلوا منہ ولم یصدقوا قولہ ولکنہم قالوا صاحب رسول اللہ راہ وسمع منہ و لقف عنہ فیآخذون بقولہ (۲۱۹)

یاد رکھو کہ حدیث کے بیان کرنے والے چار طرح کے افراد ہوتے ہیں جن کی پانچویں کوئی قسم نہیں ایک وہ منافق ہے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے اسلام کی وضع و قطع اختیار کرتا ہے لیکن گناہ کرنے اور افترا میں پڑنے سے پرہیز نہیں کرتا ہے اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف قسداً جھوٹی روایتیں تیار کرتا ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو یقیناً اس کے بیان کی تصدیق نہیں کریں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صحابی ہیں انہوں نے حضور کو دیکھا ہے ان کے ارشاد کو سنا ہے اور ان سے حاصل کیا ہے اور اسی طرح اس کے بیان کو قبول کرلیتے ہے۔

## اظہار اپنائیت کے لئے منافقین کی راہ و روش

منافقین اظہار اپنائیت کے لئے مختلف روش و طریقے سے استفادہ کرتے ہیں، چونکہ یہ مبدا و معاد پر ایمان ہی نہیں رکھتے ہیں، لہذا راہ و روش کی مشروعیت یا عدم جواز ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا، اور ان کے نزدیک قابل بحث بھی نہیں ہے ان کی منطق میں هدف کی تحصیل و تکمیل کے لئے، ہر وسائل سے استفادہ کیا جاسکتا ہے خواہ وسائل ضد انسانی ہی کیوں نہ ہوں یہاں منافقین کی اظہار اپنائیت کے سلسلہ میں فقط پانچ طریقوں کی جانب اشارہ کیا جا رہا ہے۔

## (۱) کذب و ریاکاری کے ذریعہ اظہار کرنا

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے نفاق کا اصلی جوہر کذب اور اظہار کا ذبانہ ہے منافقین اظہار اپنائیت کے لئے وسیع پیمانہ پر حربہ کذب سے استفادہ کرتے ہیں کبھی اجتماعی اور گروہی شکل میں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور آپ کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں، خداوند عالم با صراحت ان کو اس اقرار میں کاذب تعارف کراتا ہے اور پیامبر عظیم الشان سے فرماتا ہے، اگر چہ تم واقعاً فرستادہ الہی ہو لیکن وہ اس اقرار میں کاذب ہیں اور دل سے تمہاری رسالت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

(إذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقون لكاذبون (۲۲۰))

پیامبر! یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

جس وقت مومنین، منافقین کو ایجاد فساد و تباہی سے منع کرتے ہیں، خود کو تاکید کے ساتھ مصلح و آباد گر کہتے ہیں خداوند عالم ان کی گفتار کی تکذیب کرتے ہوئے ان کے مفسد ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔

(وإذا قيل لهم لا تفسدوا في الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون (۲۲۱))

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ برپا کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ یہ سب مفسد ہیں اور اپنے فساد کو سمجھتے بھی نہیں ہیں۔

منافقین اپنی کذب بیانی سے، پہلے کھپی گئی بات کو آسانی سے انکار بھی کر دیتے ہیں، تاریخی شواہد کے مطابق کسی موثر میں جب یہ کوئی بات کرتے تھے اور اس کی خبر رسول اسلا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوجاتی تھی تو یہ سرے ہی سے اس کا انکار اور شدت سے اس خبر کی تکذیب کر دیتے تھے۔

نقل کیا گیا ہے کہ "جلاس" نام کا منافق جنگ تبوک کے زمانہ میں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض خطبے کو سننے کے بعد اس کا انکار کرتے ہوئے پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب بھی کی، حضور کی مدینہ واپسی کے بعد عامر ابن قیاس نے پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جلاس کی حرکات کو بیان کیا، جب جلاس حضور کے خدمت میں پہنچا تو عامر بن قیس کی گزارش کو انکار کر بیٹھا، آپ نے دونوں کو حکم دیا کہ مسجد نبوی میں منبر کے نزدیک قسم کھائیں کہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں دونوں نے قسم کھائی، عامر نے قسم میں اضافہ کیا خدایا! اپنے پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیت نازل کر کے جو صادق ہے اس کا تعارف کرا دے، حضور اور مومنین نے آمین کھی، جبرئیل نازل ہوئے اور اس آیت کو پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

(يحلِفون بالله ما قالوا ولقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد اسلامهم (۲۲۲))

یہ اپنی باتوں پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ایسا نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔

یہ اور مذکورہ آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ کذب اور تکذیب، منافقین کا ایک طرہ امتیاز ہے تاکہ مومنین کی صفوں میں نفوذ کر کے اپنائیت کا اظہار کرسکیں۔

منافقین پیامبر عظیم الشان (ص) کے دور میں تصور کرتے تھے کہ کذب و تکذیب کے ذریعہ آپ کو فریب دے سکتے ہیں تاکہ اپنے باطن کو مخفی کرسکیں خداوند عالم منافقین کی اس روش کو افشا کرتے ہوئے تاکید کر رہا ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ پیامبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے احوال و اوضاع سے بے خبر ہیں یا خوش خیالی کی بنا پر تمہاری باتوں پر اطمینان کر لیتے ہیں۔

نقل کیا جاتا ہے کہ جماعت نفاق کے افراد آپس میں بیٹھے ہوئے پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناسزا الفاظ سے یاد کر رہے تھے، ان میں سے ایک نے کہا: ایسا نہ کرو، ڈرتا ہوں کہ یہ بات (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں تک پہنچ جائے اور وہ ہم کو برا بھلا کہیں اور افراد کو ہمارے خلاف ورغلائیں، ان میں سے ایک نے کہا: کوئی اہم بات نہیں، جو ہمارا دل چاہے گا کہیں گے، اگر یہ بات ان کے کانوں تک پہنچ بھی جائے، تو ان کے پاس جاکر انکار کردیں گے چونکہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش خیال و منہ دیکھے ہیں، کوئی جو کچھ بھی کہتا ہے قبول کر لیتے ہیں اس موقع پر سورہ توبہ کی ذیل آیت نازل ہوئی اور ان کے اس غلط تصور و فکر کا سختی سے جواب دیا۔

(منہم الذین یوذون النبی ویقولون ہو اذن ۲۲۲)

ان (منافقین) میں سے جو پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو صرف کان (سادہ لوح و خوش باور) ہیں۔

**(۲) باطل قسمیں یاد کرنا**

دوسری وہ روش جس کو استعمال کرتے ہوئے منافقین مومنین کے حلقہ میں نفوذ کرتے ہیں، باطل قسمیں کھانا ہے، وہ ہمیشہ شدید قسموں کے ذریعہ سعی کرتے ہیں تاکہ اپنے باطن کو افشا ہونے سے بچا سکیں اور اسی کے سایہ میں تخریبی حرکتیں انجام دیتے ہیں۔

(اتخذوا ایمانہم جنۃً فصدوا عن سبیل اللہ ۲۲۴)

انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا لیا ہے اور لوگوں کو راہ خدا سے روک رہے ہیں۔ منافقین باطل اور جھوٹی قسموں کے ذریعہ کوشش کرتے ہیں کہ خود کو مومنین کا خیر خواہ ثابت کریں، اور صاحب ایمان کے حلقہ میں اپنا ایک مقام بنالیں۔

(ویحلفون باللہ انہم لمنکم وما ہم منکم و لکنہم قوم یفرقون ۲۲۵)

اور یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں اس بات پر کہ یہ تمہیں میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں یہ بزدل لوگ ہیں۔

منافقین چونکہ واقعی ایمان کے حامل نہیں، رضائے الہی کا حصول ان کے لئے اہمیت نہیں رکھتا ہے اور معاشرے میں اپنی ساکھ اور اعتبار بھی بنائے رکھنا چاہتے ہیں اور معاشرہ کے افراد کی توجہ کی حصول کے لئے زیادہ اہتمام بھی

کرتے ہیں لہذا مختلف میدان میں جھوٹی قسمیں کھا کر مومنین حضرات کی رضایت و خشنودی کو حاصل کرتے ہیں۔

خدا قرآن میں تصریح کر رہا ہے کہ منافقین کا بنیادی مقصد مومنین کی رضایت کو حاصل کرنا ہے حالانکہ رضایت الہی کا حصول اہمیت کا حامل ہے جب تک خدا راضی نہ ہو بندگان خدا کی رضایت منافقین کے لئے سودمند ہو ہی نہیں سکتی ہے شاید مومنین کی رضایت سے سوء استفادہ کرتے ہوئے مزید کچھ دن تخریبی کاروائی انجام دے سکیں۔

(یحلفون باللہ لکم لیرضوکم واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین (۲۲۶)

یہ لوگ تم لوگوں کو راضی کرنے کے لئے خدا کی قسم کھاتے ہیں حالانکہ خدا و رسول اس بات کے زیادہ حق دار تھے اگر یہ صاحبان ایمان تھے تو واقعاً انہیں اپنے اعمال و کردار سے راضی کرتے۔

(یحلفون لکم لترضوا عنہم فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین) (۲۲۷) یہ تمہارے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اگر تم راضی بھی ہو جاؤ تو بھی خدا فاسق قوم سے راضی ہونے والا نہیں۔

### (۳) غلط اقدامات کی توجیہ کرنا

منافقین صاحبان ایمان کی تحصیل رضایت اور حسن نیت کی اثبات کے لئے اپنے غلط اقدامات و حرکات کی توجیہ کرتے ہیں کہ اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے فائدہ حاصل کرسکیں منافقین کی نفسیاتی خصوصیت میں یہ نکتہ مورد بحث قرار دیا گیا ہے اور تصریح کیا گیا ہے کہ منافقین تاویل و توجیہ کے ہتکنڈے کو تمام ہی موارد میں استعمال کرتے ہیں۔

منافقین عمومی افکار اور اعتماد کو ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتے لہذا اظہار اپنائیت کرتے ہوئے اپنے غلط اقدامات و حرکات کی توجیہ کرتے ہیں اور اپنے باطل مقاصد کو حق کے لباس اور قالب میں پیش کرتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اہل نفاق کی توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((یقولون فیشبہون ویصفون فیموہون)) (۲۲۸)

جب بات کرتے ہیں تو مشتبه انداز میں اور جب تعریف کرتے ہیں تو باطل کو حق کا رنگ دے کر، کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے منافقین کے مختلف عذر اور غلط اقدامات کا ذکر کیا ہے اور ان کی تکذیب بھی کی ہے، بطور مثال جنگ تبوک میں اپنے عدم حضور کی توجیہ، ناتوانی و عدم قدرت کی شکل میں پیش کرنا چاہتے تھے کہ خداوند عالم ان سے قبل ان کی اس توجیہ کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(لو کان عرضاً قریباً و سفراً قاصدا لا تبعونک ولكن بعدت علیہم الشقمّ وسیحلفون باللہ لو استطعنا لخرجنا معکم یہلکون انفسہم واللہ یعلم انہم لکاذبون (۲۲۹)

پیامبر! اگر کوئی فوری فائدہ یا آسان سفر ہوتا تو تمہارا اتباع کرتے لیکن ان کے لئے دور کا سفر مشکل بن گیا ہے اور عنقریب یہ خدا کی قسمیں کھائیں گے اس بات پر کہ اگر ممکن ہوتا تو ہم ضرور آپ کے ساتھ چل پڑتے، یہ اپنے نفس کو ہلاک کر رہے ہیں اور خدا خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

منافقین کے غلط اقدام کی توجیہ کا ایک اور موقع یہ ہے کہ، تقریباً منافقین میں سے ایک سو اسی افراد نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان وہاں سے واپس آئے تو منافقین مختلف توجیہ کرنے لگے۔

ذیل کی آیت منافقین کی اس غلط حرکات کی سرزنش کے لئے نازل ہوئی ہے خداوند عالم بطور واضح بیان کر رہا ہے کہ ان کے جھوٹے عذر خدا کے لئے پوشیدہ نہیں ہیں ان کے حالات سے مومنین کو باخبر کر کے منافقین کے اسرار سے پردہ اٹھا رہا ہے۔

(يعتذرون اليكم اذا رجعتم اليهم قل لا تعتذروا لنؤمن لكم قد نبأنا الله من اخباركم و سيري الله عملكم ورسوله ثم تردون الي عالم الغيب و الشهادة فينبئكم بما كنتم تعملون (۲۲۰)

یہ تخلف کرنے والے منافقین تم لوگوں کی واپسی پر طرح طرح کے عذر بیان کریں گے تو آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ عذر نہ بیان کرو ہم تصدیق کرنے والے نہیں ہیں اللہ نے ہمیں تمہارے حالات بتادیئے ہیں وہ یقیناً تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور رسول بھی دیکھ رہا ہے اس کے بعد تم حاضر و غائب کے عالم (خدا) کی بارگاہ میں واپس کئے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے حال سے باخبر کرے گا۔

#### (۴ ظاہر سازی کرنا)

ظواہر دینی کی شدید رعایت، خوش نما و اشخاص پسند گفتگو، اصلاح طلب نظریات و افکار کا اظہار، منافقین کے حربہ ہیں تاکہ طرف کے مقابل کو اپنا ہمنوا بنا کر خودی ہونے کا القاء کرسکیں۔

امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کے ہم عصر بعض منافقین ظاہر میں عباد و زباد دھر تھے نماز شب، قرآن کی تلاوت، ان سے طولانی ترین سجدے ترک نہیں ہوتے تھے، ان کی ظاہر سازی سے اکثر مومنین فریب کے شکار ہوجاتے تھے، بہت کم ہی تھے جو ان کے دین و ایمان میں شک رکھتے ہوں۔

منافقین کی ظاہر سازی کچھ اس نوعیت کی تھی کہ بقول قرآن، خود پیامبر عظیم الشان (ص) کے لئے بھی باعث حیرت و تعجب خیز تھی۔

(واذا رأيتهم تعجبك اجسامهم ان يقولوا تسمع لقولهم (۲۲۱)

اور جب آپ انہیں دیکھیں گے تو ان کے جسم بہت اچھے لگیں گے اور بات کریں گے تو اس طرح کہ آپ سننے لگیں گے۔

منافقین کی ظواہر سازی، رفتار و کردار سے اختصاص نہیں رکھتی بلکہ ان کی گفتار بھی فریب و جاذبیت سے لبریز ہے۔

(ومن الناس من يعجبك قوله في الحياة الدنيا ويشهد الله على ما في قلبه وهو  
الذّ الخصام (۲۳۲)

انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی  
ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بتاتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن  
ہیں۔

### (۵) جھوٹے عہد و پیمان کرنا

خودی ظاہر کرنے کے لئے منافقین کا ایک اور وطیرہ وعدہ اور اس کی خلاف  
ورزی ہے بسا اوقات منافقین سے عادتاً ایسی خطائیں سرزد ہوتی تھیں کہ جس  
کی کوئی توجیہ و تاویل ممکن نہیں تھی یا مومنین کے لئے قابل قبول نہیں ہوتی  
تھی ایسے مقام پر وہ توبہ کو وسیلہ بناتے تھے اور عہد کرتے تھے اب ایسی  
خطائیں نہیں کریں گے اور صحیح راستہ پر مستحکم و ثابت قدم رہیں گے لیکن  
چونکہ دین اور دین کے اعتبارات کے لئے منافقین کے قلب میں کوئی جگہ تھی ہی  
نہیں جو اپنے عہد و پیمان پر باقی رہتے، تخلف وعدہ ایسے ہی تھا جیسے ان کے  
لئے کذب وغیرہ..... جنگ احزاب میں منافقین کی وعدہ خلافی کی بنا پر ذیل کی  
آیت کا نزول ہوا:

(ولقد كانوا عاهدوا الله من قبل لا يولون الأدبار وكان عهد الله مسئولا (۲۳۳)

اور ان لوگوں نے اللہ سے یقینی عہد کیا تھا کہ ہرگز پشت نہیں دکھائیں گے،  
اور اللہ کے عہد کے بارے میں بھر حال سوال کیا جائے گا۔

خداوند عالم "ثعلبہ بن حاطب" کی عہد گزاری نیز پیمان شکنی کے واقعہ کو یاد  
دہانی کے طور پر پیش کر رہا ہے، ثعلبہ بن حاطب ایک فقیر مسلمان تھا اس نے  
پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کرنے کی خواہش کی تاکہ وہ صاحب  
ثروت ہوجائے حضرت نے فرمایا: وہ تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کرسکتے ہو اس  
زیادہ اموال سے بہتر ہے جس کی شکر گزاری نہیں کرسکتے ہو، ثعلبہ نے کہا: اگر  
خدا عطا کرے تو اس کے تمام واجب حقوق کو ادا کرتا رہوں گا۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے اموال میں اضافہ ہونے لگا،  
یہاں تک کہ اس کے لئے مدینہ میں قیام، نماز جماعت نیز جمعہ میں شرکت کرنا  
مشکل ہوگیا اطراف مدینہ میں منتقل ہوگیا، جب زکوٰۃ لینے والے گئے تو یہ کہہ کر  
واپس کردیا کہ مسلمان اس لئے ہوئے ہیں تاکہ جزیہ و خراج نہ دینا پڑے، اگرچہ  
بعد میں ثعلبہ پشیمان تو ہوا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی  
تنبیہ اور دوسروں کی عبرت کے لئے زکوٰۃ لینے سے انکار کردیا، ذیل کی آیت اسی  
واقعہ کو بیان کر رہی ہے۔

(ومنهم من عاهد الله لئن آتانا من فضله لنصدقن و لنكونن من الصالحين فلما آتيهم  
من فضله بخلوا به وتولوا وهم معرضون فاعقبهم نفاقاً في قلوبهم الي يوم يلقونہ (۲۳۴)

ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے خدا سے عہد کیا اگر وہ اپنے فضل و کرم  
سے عطا کرے گا، تو اس کی راہ میں صدقہ دیں گے اور نیک بندوں میں شامل  
ہوجائیں گے، اس کے بعد جب خدا نے اپنے فضل سے عطا کردیا تو بخل سے کام  
لیا، اور کنارہ کش ہوکر پلٹ گئے تو ان کے بکل نے ان کے دلوں میں نفاق راسخ  
کردیا، اس دن تک کے لئے جب یہ خدا سے ملاقات کریں گے اس لئے کہ انہوں نے  
خدا سے کئے ہوئے وعدہ کی مخالفت کی ہے اور جھوٹ بولتے ہیں۔

پیمان گزاری و پیمان شکنی، وعدہ اور وعدہ کی خلاف ورزی، آئندہ صالح ہونے کا پیمان اور اس سے روگردانی وغیرہ.....، یہ وہ طریقے ہیں جس سے منافقین استفادہ کرتے ہوئے مومنین کے حلقہ و دینی معاشرے میں خود کو مخفی؛ کئے رہتے ہیں اور عوام فریبی کے لئے زمین ہموار کرتے ہیں۔

## دینی یقینات و مسلمات کی تضعیف

منافقین کی ثقافتی رفتار و کردار کی دوسری خصوصیت دینی و مذہبی یقینات و مسلمات کی تضعیف ہے یقیناً جب تک انسان کا عقیدہ تحریف، تزلزل، ضعف سے دوچار نہ ہوا ہو۔ کوئی بھی طاقت اس کے عقیدہ کے خلاف زور آزمائی نہیں کرسکتی قدرت کا اقتدار، حکومت کی حاکمیت اجسام و ابدان پر تو ہوسکتی ہے دل میں نفوذ و قلوب پر مسلط نہیں ہوسکتی سر انجام انسان کی رسائی اس شیئی تک ہو ہی جا تی ہے جسے دل اور قلب پسند کرتا ہے اسلام کا اہم ترین اثر مسلمانوں پر، بلکہ تمام ہی ادیان کا اپنے پیروکاروں پر یہ رہا ہے کہ فرضی و خرافاتی رسم و رواج کو ختم کرتے ہوئے منطقی و محکم اعتقاد کی بنیاد ڈالیں، پہلے تو اسلام نے انسانوں کے اندرونی تحول و انقلاب کے لئے کام کیا ہے پھر اسلامی حکومت کے استقرار کی کوشش کی ہے تاکہ ایسا سماج و معاشرہ وجود میں آئے جو اسلام کے نظریہ کے مطابق اور مورد تائید ہو۔

پیامبر عظیم الشان (ص) پہلے مکہ میں تیرہ سال تک انسان سازی اور ان کے اخلاقی، فکری، اعتقادی ستون کو محکم مضبوط کرنے میں مصروف رہے اس کے بعد مدینہ میں اسلام کی سیاسی نظریات کی تابع ایک حکومت تشکیل دی منافقین جانتے تھے کہ جب تک مسلمان پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انسان ساز تعلیمات پر گامزن اور خالص اسلامی عقیدہ پر استوار و ثابت قدم رہیں گے، ان پر نہ تو حکومت کی جاسکتی ہے اور نہ ہی وہ تسلیم ہوسکتے ہیں، لہذا ان کی طرف سے ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مومنین عقائد، دینی و مذہبی تعلیمات کے حوالہ سے ہمیشہ شک و شبہ میں مبتلا رہیں جیسا کہ آج بھی اغیار کے ثقافتی یلغار و حملہ کا اہم ترین ہدف یہی ہے۔

منافقین کے اہداف یہ ہیں کہ اہل اسلام سے روح اسلام اور ایمان کو سلب کرلیں، منافقین کی تمام تر سعی، دین کے راسخ عقائد اس کے اہداف و نتائج، مذہب کی حقانیت و مسلمات سے مسلمانوں کو دور کردینا ہے تاکہ شاید اس کے ذریعہ اسلامی حکومت کی عنان اپنے ہاتھ میں لے سکیں اور مسلمانوں پر تسلط و قبضہ کرسکیں لہذا منافقین کا اپنے باطل مقاصد کے تکمیل کے لئے بہترین طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک پیدا کریں، اور انواع و اقسام کے شبہات کے ذریعہ مسلمانوں کو دینی مسلمات کے سلسلہ میں وادی تردید میں ڈال دینے کی کوشش کرتے ہیں، تاریخی شواہد اور وہ آیات جو منافقین کی اس روش کو اجاگر کرتی ہیں، بیان کرنے سے قبل، ایک مختصر وضاحت سوال اور ایجاد شبہ کے سلسلہ میں عرض کرنا لازم ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ سوال اور جستجو کی فکر ایک مستحسن اور مثبت پہلو ہے، تمام علوم و معارف انہیں سوالات کے رہین منت ہیں جو بشر کے لئے پیش آئے ہیں اور جس کے نتیجہ میں اس نے جوابات فراہم کئے ہیں، اگر انسان کے اندر جستجو و تلاش کا جذبہ نہ ہوتا جو اس کی فطرت کا تقاضا ہے نیز ان سوالات کا حل تلاش کرنے کی فکر دامن گیر نہ ہوتی تو یقیناً موجودہ علوم و دانش کی یہ ترقی کسی صورت سے حاصل نہ ہوتی۔

ان سوالات کے حل کے لئے جو انسان کے لئے پیش آتے ہیں دین اسلام میں فراوان تاکید کی گئی ہے، یہ کہا جاسکتا ہے جس قدر علم و تحصیل کی تشویق و

ترغیب کی گئی ہے اسی طرح سوالات اور اس کے حل پر بھی زور دیا گیا ہے، قرآن مجید صریح حکم دے رہا ہے اگر کسی چیز کو نہیں جانتے ہو تو اس علم کے علماء اور دانشمندوں سے سوال کرو۔

(فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (۲۳۵))

اگر نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر (علماء) سے سوال کرو۔

دوسرا وہ مطلب جو اسلام میں جواب و سوال کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے وہ جوابات ہیں جو خداوند عالم نے قرآن میں بیان کئے ہیں یہ سوالات پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے جاتے تھے خدا نے قرآن میں "یسئلونک" سے بات آغاز کرتے ہوئے ان کے جوابات دئے ہیں ۲۳۶

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب روح، ہلال، انفال شراب و قمار کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ سوال اور فکر سوال کی تشویق و تمجید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((العلم خزائن و مفاتیحها السوال فاسئلوا یرحمکم اللہ فانہ یوجر فیہ اربعۃ السائل والعالم و المستمع والمحب لہم (۲۳۷))

علم خزانہ ہے اور اس کی کنجیاں سوال کرنا ہے، سوال کرو، (جس چیز کو نہیں جانتے ہو) خداوند متعال تم کو اپنی خاص رحمت سے نوازے گا ہر سوال میں چار فرد کو فائدہ نفع حاصل ہوتا ہے سوال کرنے والے، جواب دینے والے، سننے والے اور اس فرد کو جو ان کو دوست رکھتا ہے۔

ائمہ حضرات کے بہت سارے دلائل، بحث و مباحثات نیز مختلف افراد کے سوالات کا جواب دینا، حتیٰ دشمنوں اور کافرین کے مسائل کا حل پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سوال ایک امر پسندیدہ و مطلوب شیء ہے، ائمہ حضرات کی سیرت میں اس امر کا اہتمام کافی حد تک مشہور ہے ۲۳۸

ظاہر ہے کہ وہ سوالات جو درک و فہم اور استفادہ کے لئے کیا جائے، وہ مفید ہے اور فہم و کمال کو بلندی عطا کرتا ہے، لیکن وہ سوالات جو دوسروں کی اذیت، آزمائش یا ایسے علم کے حصول کے لئے ہو جو انسان کے لئے فائدہ مند نہیں ہے، صرف یہی نہیں کہ ایسے سوالات بے قدر و قیمت ہیں بلکہ ممنوع قرار دئے گئے ہیں۔

امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے ایک پیچیدہ اور بی فائدہ سوال کے جواب میں فرمایا:

((سل تفقہا ولا تسأل تعنتا (۲۳۹))

سمجھنے کے لئے دریافت کرو الجھنے کے لئے نہیں۔

قرآن مجید میں بھی پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے گئے بعض سوالوں کے جواب کے لحن و طرز سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایسے سوالات نہیں کرنا چاہئے جن کے جوابات ثمر بخش نہیں ہیں۔

بعض مسلمانوں نے ہلال (ماہ) کے سلسلہ میں سوالات کئے کہ ماہ کیا ہے، وہ کیوں تدریجاً کامل ہوتا ہے، پھر کیوں پہلی حالت پر پلٹ آتا ہے۔ ۲۴۰

اللہ اس سوال کے جواب میں پیامبر عظیم الشان کو حکم دیتا ہے کہ ہلال کے تغیرات کے آثار و فوائد کو بیان کریں، ہلال کے متعلق اس جواب کا مفہوم یہ ہے کہ وہ چیز جو سوال کرنے و جاننے کے قابل ہے وہ ہلال کی تغیرات کی بنا پر اس کے آثار و فوائد ہیں نہ یہ کہ، کیوں ماہ تغیر کرتا ہے اور اس کی علت کیا ہے (علت شناسی زیادہ اہمیت کی حامل نہیں)۔

سوال اور شبہ کا اساسی و بنیادی فرق یہ ہے کہ شبہ القا کرنے والے کا ہدف، جواب کا حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ شبہ کا موجد اپنے باطل مطلب کو حق کے لباس میں ان افراد کے سامنے پیش کرتا ہے، جو حق و باطل میں تشخیص دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام شبہ کی اسم گزاری کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

((وانما سمیت الشبہۃ شبہۃ لانہا تشبہ الحق)) (۲۴۱)

شبہ کو اس لئے شبہ کا نام دیا گیا کہ حق سے شبہت رکھتا ہے۔

اگر شبہ ایجاد کرنے والے کو علم ہو جائے کہ کسی مقام پر ہمارا مغالطہ کشف ہو جائے گا اور اس کا باطن ہونا آشکار ہو جائے گا تو ایسی صورت میں وہ اس مقام یا فرد کے پاس اصلاً شبہ کو طرح و پیش ہی نہیں کرتا بلکہ وہاں پیش کرنے سے گریز کرتے ہیں سعی و کوشش یہ ہوتی ہے کہ شبہ کے احتمالی جواب کو بھی مخدوش کر کے پیش کرے۔

ایسے افراد کے اہداف بعض اشخاص کو اپنے میں جذب اور ان کے مبانی و اصول میں تزلزل پیدا کرنا ہوتا ہے، تاکہ حق کو دور و جدا کرسکیں، شبہ کرنے والے حضرات اپنے باطل کو حق میں اس طرح آمیزش کردیتے ہیں کہ وہ افراد جو تفریق و تمیز کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں وہ فریب کا شکار ہو جائیں۔

شبہات ہمیشہ حق کے لباس میں پیش کئے جاتے ہیں اور آسانی سے سادہ لوح افراد مجذوب ہو جاتے ہیں، شبہ خالص باطل نہیں ہے اس لئے کہ باطل محض اور خالص آسانی سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فتنہ کا سرچشمہ حق و باطل کی آمیزش کو بیان کرتے ہیں، آپ مزید فرماتے ہیں کہ اگر حق و باطل ایک دوسرے سے جدا کر دئے جائیں تو راستہ کی تشخیص بہت ہی آسان اور سہل ہو جاتی ہے۔

((انما بدء وقوع الفتن اہواء تتبع و احکام تبندع یحلاف فیہا کتاب اللہ ویتولی علیہا رجال رجالا علی غیر دین اللہ فلو ان الباطل خالص من مزاج الحق لم یخف علی المرتادین ولو ان الحق خالص من لبس الباطل انقطعت عنہ السن المعانیدین ولكن یؤخذ من هذا ضغت و من هذا ضغت فیمر جان)) (۲۴۲)

فتنہ کی ابتدا ان خواہشات سے ہوتی ہے جن کا اتباع کیا جاتا ہے اور ان جدید ترین احکام سے ہوتی ہے جو گڑھ لئے جاتے ہیں اور سراسر کتاب خدا کے خلاف ہوتے ہیں اس میں کچھ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور دین خدا سے الگ ہو جاتے ہیں کہ اگر باطل حق کی آمیزش سے الگ رہتا تو حق کے طلبگروں پر مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور اگر حق باطل کی ملاوٹ سے الگ رہتا تو

دشمنوں کی زبانیں کھل نہیں سکتی تھیں، لیکن ایک حصہ اس میں سے لیا جاتا ہے اور ایک اس میں سے، اور پھر دونوں کو ملا دیا جاتا ہے۔

تحقیقی اور تخصصی مسائل کو علمی ظاہر کرتے ہوئے، غیر علمی حلقے و ماحول میں پیش کرنا ایجاد کرنے کا روشن ترین مصداق ہے۔

### شبہ کا القا

دینی و اعتقادی مسلمات کو ضعیف و کمزور کرنے کے لئے منافقین کی اہم ترین روش، القا شبہ ہے جس کے ذریعہ دین و ایمان کی روح و فکر کو خدشہ دار کر دیتے ہیں۔

منافقین سخت اور حساس مواقع پر خصوصاً جنگ و معرکہ کے ایام میں شبہ اندازی کر کے مومنین کی مشکلات میں اضافہ اور مجاہدین کی فکر و حوصلہ کو تباہ اور برباد کر دیتے ہیں تاکہ میدان جنگ و نبرد کے حساس مواقع پر شرکت کرنے سے روک سکیں۔

اس مقام پر منافقین کی طرف سے پیش کئے گئے دو شبہ قرآن مجید کے حوالہ سے پیش کئے جا رہے ہیں۔

### (۱) دین کے لئے فریب کی نسبت دینا

منافقین جنگ بدر کے موقع پر خداوند عالم کی نصرت و مدد اور مسلمین کی کامیابی و فتح یابی کے وعدے کی تکذیب کرتے ہوئے، ان کے وعدے کو فریب و خوش خیالی قرار دے رہے تھے، قصد یہ تھا کہ ایجاد اضطراب کے ذریعہ وعدہ الہی کے سلسلہ میں مسلمانوں کے اعتقاد و ایمان میں ضعف و تزلزل پیدا کر دیں، تاکہ وہ میدان جنگ میں حاضر نہ ہوسکیں۔

خداوند عالم اس مسئلہ کی یاد دہانی کرتے ہوئے مسلمانوں کے لئے تصریح کرتا ہے کہ خدا کا وعدہ یقینی ہے اگر توکل و اعتماد رکھو گے تو کامیاب و کامران ہوجاؤ گے۔

(واذ يقول المنافقون والذين في قلوبهم مرض غرّ هولاء دينهم ومن يتوكل على الله فان الله عزيز حكيم (۲۴۲))

جب منافقین اور جن کے دل میں کھوٹ تھا کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں (مسلمان) کو ان کے دین نے دھوکہ دیا ہے حالانکہ جو شخص اللہ پر اعتماد کرتا ہے تو خدا ہر شی پر غالب آنے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

منافقین نے اسی سازش کو جنگ احزاب (خندق) میں بھی استعمال کیا۔

(واذ يقول المنافقون والذين في قلوبهم مرض ما وعدنا الله ورسوله الا غرورا (۲۴۴))

اور جب منافقین اور جن کے دلوں میں مرض تھا یہ کہہ رہے تھے کہ خدا و رسول نے ہم سے صرف دھوکہ دینے والا وعدہ کیا ہے۔

آیت فوق کی شان نزول یہ ہے کہ مسلمان خندق کھودتے وقت ایک بڑے پتھر سے ٹکرائے، سعی فراوان کے بعد بھی پتھر کو نہ توڑ سکے، رسول اسلام صلی اللہ

عليه وآله وسلم سے مدد کے لئے درخواست کی، آپ نے الہی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تین وار اور ضرب سے پتھر کو توڑ ڈالا، اور آپ نے فرمایا: یہاں سے حیرہ، مدائن، کسری و روم کے قصر و محل میرے لئے واضح و آشکار ہیں، فرشتہ وحی نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت ان پر کامیاب اور فتحیاب ہوگی نیز ان کے تمام قصر و محل زبر تصرف ہوں گے پھر آپ نے فرمایا: خوش خبری اور مبارک ہو تم مسلمانوں پر اور اس خدا کا شکر ہے کہ اس محاصرہ و مشکلات کے بعد فتح و ظفر ہے۔

اس موقع پر ایک منافق نے بعض مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات پر تعجب نہیں کرتے ہو، کس طریقہ سے تم کو بے بنیاد وعدوں کے ذریعہ خوش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں سے روم و حیرہ و مدائن کے قصر کو دیکھ رہا ہوں اور جلد ہی فتح نصیب ہوگی، یہ اس حال میں تم کو وعدہ دے رہے ہیں کہ تم دشمن سے مقابلہ کرنے میں خوف و ہراس کے شکار ہو ۲۴۵

### (۲) حق پر نہ ہونے کا شبہ ایجاد کرنا

دوسرا وہ القاء شبہ جسے ہمیشہ منافقین خصوصاً میدان جنگ اور معرکہ میں ایجاد کرتے تھے حق پر نہ ہونے کا شبہ تھا، جب جنگوں میں مسلمان خسارہ اور نقصان میں ہوتے تھے یا بعض مجاہدین درجہ شہادت پر فائز ہوتے تھے، یا اہل اسلام شکست سے دوچار ہوتے تھے تو منافقین اس کا بہانہ لے کر طرح طرح کے شبہ ایجاد کرتے تھے کہ اگر حق پر ہوتے تو شکست نہیں ہوتی، یا قتل نہیں کئے جاتے، اور اس طرح سے مسلمانوں کو شک اور تزلزل میں ڈال دیتے تھے۔

قرآن مجید سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین نے جنگ احد اور اس کے بعد سے اس انحرافی فکر کو القا کرنے میں اپنی سعی تیز تر کر دی تھی۔

(ویقولون لو کان لنا من الأمر شيء ما قتلنا ہنا ۲۴۶)

اور کہتے ہیں کہ اگر اختیار ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہم یہاں نہ مارے جاتے۔

منافقین میدان جنگ میں شکست کو نبوت پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے آئین کی نا درست و ناسالم ہونے کی علامت سمجھتے تھے اور یہ شبہ ایجاد کرتے تھے اگر یہ (شہدا) میدان جنگ میں نہ جاتے تو شہید نہ ہوتے۔

(الذین قالوا لأخوانہم و قعدوا لو اطاعونا ما قتلوا ۲۴۷)

یہی (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اپنے مقتول بھائیوں کے بارے میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ ہماری اطاعت کرتے تو ہرگز قتل نہ ہوتے۔

خداوند عالم ان کے اس شبہ (جنگ میں شرکت قتل کئے جانے کا سبب ہے) کا جواب بیان کر رہا ہے، موت ایک الہی تقدیر و سر نوشت ہے موت سے فرار میسر نہیں، اور معرکہ احد میں قتل کیا جانا نبوت و پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نا سالم ہونے اور ان کے نادرست اقدام کی علامت نہیں، جن افراد نے اس جنگ میں شرکت نہیں کی ہے موت سے گریز و فرار نہیں کرسکتے ہیں یا اس کو موخر کرنے کی قدرت و توانائی نہیں رکھتے ہیں۔

(قل لو کانوا فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیہم القتل الی مضاجعہم ۲۴۸)

تو آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم گھروں میں بھی رہ جاتے تو جن کے لئے شہادت لکھ دی گئی ہے وہ اپنے مقتل تک بہر حال جاتے۔

قرآن موت و حیات کو خدا کے اختیار میں بتاتا ہے معرکہ و جنگ کے میدان میں جانا موت کے آنے یا تاخیر سے آنے میں مؤثر نہیں ہے۔

(والله يحيي و يميت والله بما تعملون بصير (٢٤٩)

موت و حیات خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے اس مطلب کی تاکید کی کہ موت و حیات انسان کے اختیار میں نہیں ہے منافقین کے لئے اعلان کیا جا رہا ہے کہ اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ موت و حیات تمہارے اختیار میں ہے تو جب فرشتہ مرگ نازل ہو تو اس کو اپنے سے دور کر دینا اور اس سے نجات حاصل کر لینا۔

(قل فادرثوا عن انفسكم الموت ان كنتم صادقين (٢٥٠)

پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اپنے دعوے میں سچے ہو تو اب اپنی ہی موت کو ٹال دو۔

مسلمانوں کو اپنے مذہب و عقیدہ میں شک سے دوچار کرنے کے لئے منافقین ہمیشہ یہ نعرہ بلند کیا کرتے تھے، اگر ہم حق پر تھے تو کیوں قتل ہوئے اور کیوں اس قدر ہمیں قربانی دینی پڑی، ہمیں جو جنگ احد میں ضربات و شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا دین اور آئین حق پر نہیں ہے۔

قرآن کے کچھ جوابات اس شبہ کے سلسلہ میں گزر چکے ہیں، اساسی و مرکزی مطلب اس شبہ کو باطل کرنے کے لئے مورد توجہ ہونا چاہئے وہ یہ کہ ظاہری شکست حق پر نہ ہونے کی علامت نہیں ہے جس طریقہ سے ظاہری کامیابی بھی حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔

بہت سے انبیاء حضرات کہ جو یقیناً حق پر تھے، اپنے پروگرام کو جاری کرنے میں کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوسکے، بنی اسرائیل نے بین الطلوعین ایک روز میں ستر انبیاء کو شہید کر ڈالا اور اس کے بعد اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، کوئی حادثہ وجود میں آیا ہی نہیں، تو کیا ان پیامبران الہی کا شہید و مغلوب ہونا ان کے باطل ہونے کی دلیل ہے؟ اور بنی اسرائیل کا غالب ہوجانا ان کی حقانیت کی علامت ہے؟ یقیناً اس کا جواب نہیں میں ہے، دین کے سلسلہ میں فریب کی نسبت دینا اور حق پر نہ ہونے کے لئے شبہ پیدا کرنا، منافقین کے القاء شبہات کے دو نمونہ تھے جسے منافقین پیش کرتے تھے لیکن ان کے شبہات کی ایجاد ان دو قسموں پر منحصر و محصور نہیں ہے۔

دین کو اجتماع و معاشرت کے میدان سے جدا کر کے صرف آخرت کے لئے متعارف کرانا، دین کے تقدس کے بھانے دین و سیاست کی جدائی کا نعرہ بلند کرنا، تمام ادیان و مذاہب کے لئے حقانیت کا نظریہ پیش کرنا، صاحب ولایت کا تمام انسانوں کے برابر ہونا، صاحب ولایت کی درایت میں تردید اور اس کے اوامر میں مصلحت سنجی کے نظریہ کو پیش کرنا، احکام الہی کے اجرا ہونے کی ضرورت میں تشکیک وجود میں لانا، خدا محوری کے بجائے انسان محوری کی ترویج کرنا، اس قبیل کے ہزاروں شبہات ہیں جن کو منافقین ترویج کرتے تھے اور کر رہے ہیں، تا کہ ان شبہات کے ذریعہ دین کے حقایق و مسلمات کو ضعیف اور اسلامی معاشرہ سے روح ایمان کو خالی کر دیں اور اپنے باطل و بیہودہ مقاصد کو حاصل کر لیں۔

البتہ یہ بات ظاہر و عیاں ہے کہ منافقین مسلمانوں کے اعتقادی و مذہبی یقینیات و مسلمّات میں القاء شبہات کے لئے اس نوع کے مسائل کا انتخاب کرتے ہیں جو اسلامی حکومت و معاشرے کی تشکیل میں مرکزی نقش رکھتے ہیں اور ان کے تسلط و قدرت کے لئے موانع ثابت ہوتے ہیں، اسی بنا پر منافقین کے القاء شبہات کے لئے زیادہ تر سعی و کوشش دین کے سیاسی و اجتماعی مباحثی نیز دین و سیاست کی جدائی اور دین کو فردی مسائل سے مخصوص کر دینے کے لئے ہوتی ہیں۔

---

۲۱۹. نہج البلاغہ، خطبہ ۲۱۰۔

۲۲۰. سورہ منافقون/۱۔

۲۲۱. سورہ بقرہ/۱۱، ۱۲۔

۲۲۲. سورہ توبہ/۷۴۔

۲۲۳. سورہ توبہ/۶۱۔

۲۲۴. سورہ منافقون/۲۔

۲۲۵. سورہ توبہ/۵۶۔

۲۲۶. سورہ توبہ/۶۲۔

۲۲۷. نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۴۔

۲۲۸. نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۴۔

۲۲۹. سورہ توبہ/۴۲۔

۲۳۰. سورہ توبہ/۹۴۔

۲۳۱. سورہ منافقون/۲۔

۲۳۲. سورہ بقرہ/۲۰۴۔

۲۳۳. سورہ احزاب/۱۵۔

۲۳۴. سورہ توبہ/۷۵/۷۷۔

۲۳۵. سورہ نحل/۴۲ و سورہ انبیاء/۷۔

۲۳۶. رجوع کریں بقرہ/۸۹/ ۲۱۵/ ۲۱۷/ ۲۱۹۔

۲۳۷. میزان الحکمتہ ج ۴، ص ۳۳۰۔

۲۳۸. بعض مطالب کو کتاب الاحتجاج، مرحوم طبرسی، ج ۱، ۲ میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۲۳۹. نہج البلاغہ، حکمت ۳۲۰۔

۲۴۰. سورہ بقرہ/۱۸۹۔

۲۴۱. نہج البلاغہ، خطبہ ۳۸۔

۲۴۲. نہج البلاغہ، خطبہ ۵۰۔

۲۴۳. سورہ انفال/۴۹۔

۲۴۴. سورہ احزاب/۱۲۔

۲۴۵. سیرۃ ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۱۹، منشور جاوید، ص ۷۴، ۷۵۔

۲۴۶. سورہ آل عمران/۱۵۴۔

۲۴۷. سورہ آل عمران/۱۶۸۔

۲۴۸. سورہ آل عمران/۱۵۴۔

۲۴۹. سورہ آل عمران/۱۵۶۔

۲۵۰. سورہ آل عمران/۱۶۸۔

یٰ

## فصل پنجم: منافقین کی اجتماعی و معاشرتی خصائص

(اہل ایمان و اصلاح ہونے کی تشہیر)

منافقین ہمیشہ سماج اور معاشرہ میں ظاہراً ایمان اور اصلاح کا نعرہ بلند کرتے ہوئے قد علم کرتے ہیں، دین اور اسلامی نظام سے و معرکہ آرائی کی صریح گفتگو نہیں کرتے اسی طرح منافقین کبھی بھی فساد کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ شدت سے انکار کرتے ہوئے، بلکہ خود کو اصلاح کی دعوت دینے والا اور دینداری کا علمبردار پیش کرتے ہیں۔

اس سے قبل منافقین کی فردی رفتار کی خصوصیت کے ذیل میں بعض آیات جو منافقین کے کردار کی عکاسی کرتی ہیں، پیش کی گئی ہیں، جس میں عرض کیا

گیا کہ منافقین اس طرح خوبصورت اور دلچسپ انداز میں گفتگو کرتے ہیں کہ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی تعجب خیز ہوتا ہے، پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض منافقین کو پہچانتے بھی تھے، لیکن اس کے باوجود دیکھتے تھے کہ وہ اچھائی اور بہتری کا نعرہ لگاتے ہیں، دل موہ لینے والی گفتگو کرتے ہیں، ان کی گفتگو میں خیر و صلاح کی نمائش بھی ہوتی ہے، منافقین کی یہ فردی خصوصیات ان کی اجتماعی رفتار میں بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔

(ويقولون آمنا بالله و بالرسول و اطعنا ثم يتولّون فریق منهم من بعد ذلك وما اولئك بالمؤمنين (٢٥١)

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لے آئے اور ہم نے ان کی اطاعت کی اور اس کے بعد ان میں سے ایک فریق منہ پھیر لیتا ہے اور یہ واقعاً صاحبان ایمان نہیں ہیں۔

مسجد ضرار کی سازش میں منافقین کا نعرہ مریض، بیمار افراد کی مساعادت اور ایک مقدس ہدف کا اظہار تھا، قرآن صریحی اعلان کر رہا ہے کہ ان لوگوں نے مسجد، اسلام و مسلمانوں کو ضرر اور نقصان پہنچانے اور کفر کی تقویت دینے کے لئے بنائی تھی، مسجد کا ہدف صاحبان ایمان کے مابین تفرقہ و اختلاف کی ایجاد اور دشمنان اسلام کے لئے سازشی مرکز تیار کرنا تھا حالانکہ وہ قسم کھاتے تھے کہ ہمارا ارادہ خدمت خلق اور نیکی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

(ولیحلفن ان اراد الّا الحسنی (٢٥٢)

اور یہ قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے صرف نیکی کے لئے مسجد بنائی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن منافقین کو اس طرح بیان کر رہا ہے کہ منافقین پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ان کے دستور و آئین کی فرماں برداری اور مطیع محض ہونے کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب خصوصی جلسہ تشکیل دیتے ہیں تو پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازش کا پروگرام بناتے ہیں۔

ظواہر کا آراستہ ہونا اور اچھے اچھے نعرے لگانا، منافقین کے دونوں گروہ، یعنی منافق خوف، اور منافق طمع، کی اجتماعی خصوصیات میں سے ہے، منافقین، اسلامی و ایمانی معاشرے میں پلید افعال انجام دینے کے لئے ایمان کے نعرے بلند کرتے ہیں اور دین داری و اصلاح طلبی کا اظہار کرتے ہیں۔

## (۲) معروف کی نہی و منکر کا حکم

منافقین کی دوسری اجتماعی خصوصیت معروف کی نہی اور منکر کا حکم دینا ہے کلمہ (معروف و منکر) وسیع مفہوم کے حامل ہیں، تمام فردی، اجتماعی، سیاسی، نظامی ثقافتی اور معاشرتی اقدار و ضد اقدار کو شامل ہوتے ہیں جماعت نفاق کا نشانہ اور ہدف انواع منکرات کی اشاعت اور اسلامی اقدار و شائستگی کو محو کرنا ہے، لہذا اپنے منافقانہ کردار و رفتار کے ذریعہ شوم مقاصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

(المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض يامرون بالمنكر وينهون عن المعروف (٢٥٤)

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے سے مربوط ہیں سب برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور نیکیوں سے روکتے ہیں۔

مذکورہ آیت میں جیسا کہ اس کے شان نزول سے استفادہ ہوتا ہے منکر کا مصداق سیاسی اقدار کی خلاف ورزی ہے، منافقین افراد کو پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی نہ کرنے کی دعوت دیتے تھے جو اسلامی نظام کی علامت اور بانی تھے، صاحبان ایمان حضرات کو ولایت کے فرامین سے عدول اور نافرمانی کی ترغیب دلاتے تھے، ظاہرا ہے کہ اس منکر سیاسی کا خطرہ، فردی منکرات سے کہیں زیادہ ہے۔

لیکن کبھی خطا سرزد ہوجاتی ہے اور معروف کی جگہ منکر اور منکر کی جگہ معروف انجام ہوجاتا ہے فصد تخریب نہیں ہوتا ہے، لہذا اس قسم کے موارد قابل گذشت ہیں لیکن اس کے مقابل بعض افراد معروف کی شناخت رکھتے ہوئے اس کے برخلاف دعوت عمل دینے کے پابند ہیں منکر سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو اس کے انجام کے لئے ورغلاتے ہیں۔

ابو حنیفہ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ وہ بعض موارد میں حضرت امام صادق علیہ السلام کے خلاف فتویٰ دے، چنانچہ وہ سجدے کے مسئلہ میں حضرت امام صادق علیہ السلام کے فتوے کو نہیں جانتا تھا کہ اس حالت میں آپ کا فتویٰ آنکھ بند کرنے کا ہے یا کھلی رکھنے کا لہذا اس نے فتویٰ دیا کہ ایک آنکھ کھلی اور ایک بند رکھی جائے تاکہ ہر حال میں حضرت امام صادق علیہ السلام کے فتوے کی مخالفت ہوسکے۔

منافقین، اسلامی معاشرے میں معروف و منکر کی عمیق شناخت رکھتے ہوئے منکر کا حکم اور معروف سے نہی کرتے تھے لیکن انتہائی زیر کی اور فریب کاری کے ساتھ کہ کہیں ان کے راز فاش نہ ہوجائیں اور ان کے حربے ناکام ہوجائیں۔

## (۲) بخل صفت ہونا

منافقین کی اجتماعی رفتار کی دوسری خصوصیت بخیل ہونا ہے وہ سماج و معاشرے کی تعمیر اور اصلاح کے لئے مال صرف کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

(یقبضون ایدیہم ۲۵۵)

اور (منافقین وہ لوگ ہیں جو) اپنے ہاتھوں کو (نفاق و بخشش سے) روکے رہتے ہیں۔

سورہ احزاب میں بھی منافقین کی توصیف کرتے ہوئے ان کی اس معاشرتی فکر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(اشحۃ علیکم ۲۵۶)

وہ (منافقین) تمام چیزوں میں، تمہارے حق میں بخیل ہیں۔

منافقین نہ صرف یہ کہ خود بخیل، کوتاہ دست، نیز محرومین و فقراء کی مدد و مساعدت نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی اس صفت کا عادی بنانا چاہتے ہیں اور انفاق کرنے سے روکتے ہیں۔

(هم الذين يقولون لا تنفقوا علي من عند رسول الله حتي ينفصوا والله خزائن  
السموات والارض ولكن المنافقين لا يفقهون (٢٥٧)

یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے ساتھیوں پر کچھ خرچ نہ کرو  
تاکہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں حالانکہ آسمان و زمین کے سارے خزانے اللہ ہی کے  
ہیں اور یہ منافقین اس بات کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔

مذکورہ آیت کی شان نزول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ غزوہ بنی المصطلق  
کے بعد مسلمانوں کے دو فرد کا کنویں سے پانی لینے کے سلسلہ میں جھگڑا  
ہو گیا ان میں ایک انصار اور دوسرا مہاجرین کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے دونوں  
نے اپنے اپنے گروہوں کو مدد کے لئے آواز دی، عبداللہ ابن ابی جو منافقین کے ارکان  
میں سے تھا، گروہ انصار کی طرف داری کرتے ہوئے میدان میں اتر آیا دونوں گروہ  
میں لفظی جنگ شروع ہو گئی۔

عبد اللہ ابن ابی نے کہا: ہم نے مہاجرین جماعت کو پناہ دی، اور ان کی مدد  
کی لیکن ہماری مدد و مساعدت اس معروف مثل کے مانند ہو گئی جس میں کہا  
جاتا ہے " ثمن كلبك یا كلك " اپنے کتے کو کھلا پلا کر فرہ کرو تاکہ وہ تم کو کھا جائے  
یہ ہم انصار کی مدد و نصرت کا نتیجہ ہے جو ہم نے مہاجرین ہمارے ساتھ کر رہے  
ہیں ہم نے اس گروہ (مہاجر) کو اپنے شہر میں جگہ دی اپنے اموال کو ان کے  
درمیان تقسیم کئے، اگر اپنی باقی ماندہ غذا کو ان مہاجرین کو نہ دیتے تو آج ہم  
انصار کی یہ نوبت نہ آتی کہ مہاجر ہماری گردنوں پر سوار ہوتے بلکہ ہماری مدد نہ  
کرنے کی صورت میں اس شہر سے چلے جاتے اور اپنے قبائل سے ملحق ہو جاتے۔

قرآن عبداللہ ابن ابی کی توہین آمیز گفتگو اور اس کی تاکید کہ انصار مہاجرین  
کی مدد کرنا ترک کر دیں، کا ذکر کرتے ہوئے اضافہ کر رہا ہے کہ آسمان و زمین کے  
خزائن خدا کے ہاتھوں میں ہے منافقین کے بخل کرنے اور انفاق سے ہاتھ روک  
لینے سے، کچھ بدلنے والا نہیں ہے۔

## (٤) صاحبان ایمان کی عیب جوئی اور استہزا

منافقین کی اجتماعی خصائص میں سے ایک خصوصیت صاحب ایمان کا استہزا،  
عیب جوئی اور تمسخر ہے، منافقین سے ایسے افعال کا صدور ان کی ناسالم  
طبیعت اور روحانی مریض ہونے کی غمازی کر رہا ہے، تمسخر اور عیب جوئی ایک  
قسم کا ظلم شخصیت پر دست درازی اور انسانی حیثیت کی بے حرمتی ہے،  
حالانکہ انسان کے لئے اس کی شخصیت و حرمت اور آبرو ہر شے سے عزیز تر  
ہوتی ہے۔

اشخاص کی تمسخر و عیب جوئی کے ذریعہ رسوائی اور بے حرمتی کرنا، فرد  
مقابل کے مریض، کینہ پرستی سے لبریز قلب اور پست فطرتی کی علامت ہے،  
منافقین بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔

(واذا لقوا الذين آمنوا قالوا آمنا واذا خلوا الي شياطينهم قالوا انا معكم انما نحن  
مستهزون (٢٥٨)

جب صاحبان ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اہل ایمان ہیں، اور  
جب اپنے شیاطین کے ساتھ خلوت اختیار کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے  
ساتھ ہیں، ہم تو صرف صاحبان ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

منافقین جنگوں میں ہر زاویہ سے مومنین پر اعتراض کرتے تھے جو جنگ میں زیادہ حصہ لیتے تھے اور اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے تھے ان کو ریا کاری کا عنوان دیدیتے تھے اور جن کی بضاعت کم تھی اور مختصر مساعادت کرتے تھے، تو ان کا استہزا کرتے ہوئے کہتے تھے لشکر اسلام کو اس کی کیا ضرورت ہے؟!

نقل کیا جاتا ہے ابو عقیل انصاری نے شب و روز کام کر کے دومن خرمے حاصل کئے ایک من اپنے اہل و عیال کے لئے رکھے اور ایک من پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، منافقین ابو عقیل انصاری کے اس عمل پر تمسخر و استہزا میں مشغول ہو گئے، اس وقت ذیل کی آیت کا نزول ہوا۔

(الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جہدہم فیسخرن منہم سخر اللہ منہم ولہم عذاب الیم (۲۵۹)

جو لوگ صدقات میں فراخ دلی سے حصہ لینے والے مومنین اور ان غریبوں پر جن کے پاس ان کی محنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے الزام لگاتے ہیں اور پھر ان کا مذاق اڑاتے ہیں خدا ان کا بھی مذاق بنادے گا اور اس کے پاس بڑا درد ناک عذاب ہے۔

آیت فوق سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین ایک گروہ کی عیب جوئی کرتے تھے اور ایک گروہ کا استہزا و مسخرہ کرتے تھے ان کا استہزا ان افراد کے لئے تھا جو لشکر اسلام کے لئے مختصر اور ناچیز مساعادت کرتے تھے اور عیب جوئی ان اشخاص کے لئے تھی جو وافر مقدار میں نصرت و مدد کرتے تھے پہلی قسم کے افراد کو استہزا کرتے ہوئے بے مقدار و ناچیز مدد کرنے والے القاب سے نوازتے تھے اور دوسری قسم کے اشخاص کو ریا کار سے تعارف کراتے تھے۔

## (۵) تضحیک و خندہ زنی

منافقین کی ایک دوسری اجتماعی رفتار کی خصوصیت تضحیک اور خندہ زنی ہے یعنی جب بھی صاحب ایمان سختی و عسرت میں ہوتے تھے تو منافقین خوشحال ہوتے اور ہنستے تھے اور مومنین کی سرزنش کیا کرتے تھے لیکن جب صاحبان ایمان کو آرام اور آسائش میں دیکھتے تھے تو ناراض اور غمزہ ہوتے تھے، قرآن مجید چند آیات کے ذریعہ منافقین کی اس کیفیت کو بیان کر رہا ہے۔

(ان تمسککم حسنة تسؤہم وان تصبکم سیئة یفرحوا بہا (۲۶۰)

تمہیں ذرا بھی نیکی پہنچتی ہے تو وہ ناراض ہوتے ہیں اور تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔

(وان اصابکم مصیبة قال قد انعم اللہ علی اذالم اکن معہم شہیداً (۲۶۱)

اور اگر تم پر کوئی مصیبت آگئی تو کہیں گے خدا نے ہم پر احسان کیا کہ ہم ان کے ساتھ حاضر نہیں تھے۔

(ان تصبک حسنة تسؤہم وان تصبک مصیبة یقولوا قد اخذنا امرنا من قبل ویتولوا وہم فرحون (۲۶۲)

ان کا حال یہ ہے کہ جب آپ تک نیکی آتی ہے تو انہیں بری لگتی اور جب کوئی مصیبت آجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی ٹھیک کر لیا تھا اور خوش و خرم واپس چلے جاتے ہیں۔

منافقین عداوت و دشمنی کی بنا پر جو مسلمانوں کے لئے رکھتے ہیں ان کی خوش حالی اور آسائش کو دیکھنا پسند نہیں کرتے ہیں لیکن جب صاحب ایمان مصیبت یا جنگ میں گرفتار ہوتے ہیں تو بہت شادمان اور خوش نظر آتے ہیں۔

جب مسلمان سختی و عسرت میں ہوتے ہیں تو ان کی سرزنش کرتے ہیں اور اپنے موقف کو ان سے جدا کر لیتے ہے، اور شکر خدا بھی کرتے ہیں کہ ہم مومنین کے ساتھ (گرفتار) نہیں ہوئے۔

## (۶) کینہ توزی

منافقین، مومنین و اسلامی نظام کی نسبت شدید عداوت و کینہ رکھتے ہیں، کینہ و عداوت کے شعلے ہمیشہ ان کے دل و قلب میں افروختہ ہیں جو کچھ بھی دل میں ہوتا ہے وہ ان کی زبان و عمل سے ظاہر ہو ہی جاتا ہے خواہ وہ اظہار خفیف ہی کیوں نہ ہو۔

امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام اپنی گران قدر گفتگو میں صراحت کے ساتھ اس باریکی کو انسانوں کے لئے بیان فرماتے ہیں۔

((ما اضر احد شیئا الا ظهر فی قلتات لسانہ و صفحات وجہہ)) (۲۶۳)

انسان جس بات کو دل میں چھپانا چاہتا ہے وہ اس کی زبان کے بے ساختہ کلمات اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ہوجاتی ہے۔

مذکورہ کلام کی بنیاد پر منافقین جو شدید کینہ و عداوت صاحب ایمان سے رکھتے ہیں اس کا مختصر حصہ ہی منافقین کی رفتار و گفتار میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے اس باریک مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ منافقین نے اپنے دلوں میں جو مخفی کر رکھا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو ان کی رفتار و گفتار میں دیکھا جاتا ہے۔

(قد بدت البغضاء من افواہہم وما تخفی صدورہم اکبر) (۲۶۴)

ان کی عداوت زبان سے بھی ظاہر ہے اور جو دل میں چھپا رکھا ہے وہ تو اس سے بھی زیادہ ہے۔

لہذا منافقین کی رفتار و گفتار کے ظواہر سے اسلامی نظام اور صاحبان ایمان سے عداوت و کینہ کے کچھ بخش و حصہ کی شناخت کی جاسکتی ہے اور یہ آگاہی و شناخت مقدمہ ہے کہ ان سے مبارزہ کیا جاسکے اور اس نوعیت کے دشمنوں کو اسلامی معاشرے سے جدا اور اخراج کیا جاسکے۔

۲۵۲. سورہ نساء / ۸۱۔

۲۵۴. سورہ توبہ / ۶۷۔

۲۵۵. سورہ توبہ / ۶۷۔

۲۵۶. سورہ احزاب ۱۹، اشحۃ، شیخ کی جمع ہے اس کے معنی شدید بخل حرص کے ساتھ، کرنا ہے۔

۲۵۷. سورہ منافقون / ۷۔

۲۵۸. سورہ بقرہ / ۱۴۔

۲۵۹. سورہ توبہ / ۷۹۔

۲۶۰. سورہ آل عمران / ۱۲۰۔

۲۶۱. سورہ نساء / ۷۲۔

۲۶۲. سورہ توبہ / ۵۰۔

۲۶۳. نہج البلاغہ، حکمت ۲۶۔

۲۶۴. سورہ آل عمران / ۱۱۸۔

یٰ

## فصل ششم: منافقین سے مقابلہ کرنے کی راہ و روش

### روشن فکری و افشاگری

منافقین سے مقابلہ و مبارزہ کرنے کی راہ و روش ایک مفصل اور طولانی بحث ہے، یہاں بطور اجمال اشارہ کیا جا رہا ہے، منافقین سے مقابلہ کے طریقوں میں زیادہ وہ طریقے قابل بحث ہیں جو منافقین کے سیاسی و ثقافتی فعالیت کو مسدود کرسکیں اور ان کے شوم اہداف کے حصول کو ناکام بناسکیں۔

منافقین سے مقابلہ اور مبارزہ کے سلسلہ میں پہلا مطلب یہ ہے کہ تحریک نفاق، ان کے اہداف نیز ان کے طور طریقہ اور روش کے سلسلہ میں روشن فکر ہونا چاہئے، نفاق کے چہروں کا تعارف نیز ان کے اعمال و افعال کا افشا کرنا نفاق و منافقین سے مقابلے و مبارزہ کے سلسلہ میں ایک مؤثر قدم ہوسکتا ہے۔

بطور مقدمہ اس مطلب کی یاد دہانی بھی ضروری ہے کہ دوسروں کے گناہ، اسرار کا افشا اور عیب جوئی کو اسلام میں شدت سے منع کیا گیا ہے۔

بعض روایات و احادیث میں دوسروں کی معصیت و گناہ کو فاش کرنے کا گناہ، اسی معصیت و گناہ کے مطابق ہے، صاحبان ایمان کو نصیحت کی گئی ہے اگر تم چاہتے ہو کہ خداوند عالم قیامت میں تمہارے عیوب پر پردہ ڈالے رہے تو دنیا میں دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کرتے رہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سوال کے جواب میں، جس نے سوال کیا تھا ہم کون سا فعل انجام دیں کہ اللہ قیامت میں ہمارے عیوب کو ظاہر نہ کرے، آپ فرماتے ہیں:

((استر عیوب اخوانك یستر الله عليك عیوبك)) (۲۶۵)

اپنے (دینی) برادران کے عیوب کو پوشیدہ رکھو تاکہ اللہ بھی تمہارے عیوب کو پوشیدہ اور چھپائے رکھے۔

امیر المومنین حضرت علی نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

جو لوگ گناہوں سے محفوظ ہیں اور خدا نے ان کو گناہوں کی آلودگی سے پاک رکھا ہے ان کے شایان شان یہی ہے کہ گناہگاروں اور خطا کاروں پر رحم کریں اور اس حوالے سے خدا کی بارگاہ میں شکر گزار ہوں کیوں کہ ان کا شکر کرنا ہی ان کو عیب جوئی سے محفوظ رکھ سکتا ہے، چہ جائیکہ انسان خود عیب دار ہو اور اپنے بھائی کا عیب بیان کرے اور اس کے عیب کی بنا پر اس کی سرزنش بھی کرے، یہ شخص یہ کیوں نہیں فکر کرتا ہے کہ پروردگار نے اس کے جن عیوب کو چھپا کر رکھا ہے وہ اس سے بڑے ہیں جن پر یہ سرزنش کر رہا ہے اور اس عیب پر کس طرح مذمت کر رہا ہے جس کا خود مرتکب ہوتا ہے اور اگر بعینہ اس گناہ کا مرتکب نہیں ہوا ہے تو اس کے علاوہ دوسرے گناہ کرتا ہے جو اس سے بھی عظیم تر ہیں اور خدا کی قسم! اگر اس سے عظیم تر نہیں بھی ہیں تو کمتر تو ضرور ہی ہیں اور ایسی صورت میں برائی کرنے اور سرزنش کرنے کی جرأت بھر حال اس سے بھی عظیم تر ہے۔

اے بندہ خدا! دوسرے کے عیب بیان کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے خدا نے اسے معاف کر دیا ہو اور اپنے نفس کو معمولی گناہ کے بارے میں محفوظ تصور نہ کر شاید کہ خداوند عالم اسی پر عذاب کردے ہر شخص کو چاہئے کہ دوسرے کے عیب بیان کرنے سے پرہیز کرے کیونکہ اسے اپنا عیب بھی معلوم ہے اور اگر عیب سے محفوظ ہے تو اس سلامتی کے شکر یہ ہی میں مشغول رہے ۲۶۶

حضرت علی علیہ السلام کی فرمائش کے مطابق نہ صرف یہ کہ افراد کو چاہئے کہ اپنے دینی اور انسانی برادران کے اسرار کو فاش نہ کریں اور ان کی یہ حرمتی نہ کریں بلکہ حضرت کی فرمائش و نصیحت یہ ہے کہ اگر حکومت بھی، سماج و معاشرہ کے جن افراد کے اسرار و عیوب کو جانتی ہے تو اس کو چاہئے، ان کے عیوب کو پوشیدہ رکھے ان کی خطاؤں سے جہاں تک ممکن ہے چشم پوشی کرے، حضرت ایک نامہ کے ذریعہ مالک اشتر کو لکھتے ہیں:

((ولیکن ابعء رعیتك منک و اشنأهم عندك اطلبهم لمعائب الناس فان فی الناس عیوبا الوالی احق من سترها فلا تكشفن عما غاب عنك منها فانما علیك تطهیر ما ظہر لك واللہ یحکم علی ما غاب عنك فاستر العورة ما استطعت یستر اللہ منک ما تحب ستره من رعیتك)) (۲۶۷)

رعایا میں سب سے زیادہ دور اور تمہارے نزدیک مبعوض وہ شخص ہونا چاہئے جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے عیوب کو تلاش کرنے والا ہو اس لئے کہ لوگوں میں بھر حال کمزوریاں پائی جاتی ہیں ان کی پردہ پوشی کی سب سے بڑی ذمہ داری، والی پر ہے لہذا خبردار جو عیب تمہارے سامنے نہیں ہے اس کا انکشاف نہ کرنا تمہاری ذمہ داری صرف عیوب کی اصلاح کرنا ہے اور غائبیات کا فیصلہ کرنے والا پروردگار ہے جہاں تک ممکن ہو لوگوں کے ان تمام عیوب کی پردہ پوشی کرتے رہو کہ جن کے سلسلہ میں اپنے عیوب کی پردہ پوشی کی پروردگار سے تمنا کرتے ہو۔

البتہ گناہ و معصیت کو پوشیدہ رکھنے اور فاش نہ کرنے کا حکم اور دستور وہاں تک ہے جب تک گناہ فردی و شخصی ہو اور سماج و معاشرے یا اسلامی نظام کے مصالح کے لئے ضرر و زیان کا باعث نہ ہو لیکن اگر کسی فرد نے بیت المال میں خیانت کی ہے، عمومی اموال و افراد کے حقوق ضائع کئے ہیں یا اسلامی نظام کے خلاف سازش اور فعالیت انجام دی ہے، تو اس کے افعال و رفتار کی خبر دینی چاہئے اور اس کو بیت المال کی خیانت و افراد کے حقوق ضائع کرنے کی بنا پر محاکمہ اور سزا دینی چاہئے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اپنے تعیین کردہ امراء اور کارندوں کے افعال و رفتار کی تحقیق و نظارت کے لئے بہت سے مقام پر اپنے تفتیش کرنے والوں کو بھیجا کرتے تھے، اور جب کبھی ان کار گزاروں کی طرف سے خطا و نافرمانی کی خبر ملتی تھی ان کو حاضر کر کے شدید توبیخ کرتے اور سزا دیتے تھے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام بیت المال کے خیانت کاروں اور اموال عمومی کو ضائع کرنے والوں سے قاطعانہ طور پر باز پرس کرتے تھے آپ کے دوران خلافت و حکومت میں یہ مسئلہ بطور کامل مشہود ہے۔

منافقین کے عیوب و معصیت کے لئے یہ دونوں طریقے یقینی طور پر قابل اجرا ہیں، اگر ان کے گناہ، فسق و فجور فردی ہیں تو چشم پوشی سے کام لینا چاہئے لیکن اگر ان کی سرگرمی و فعالیت دشمن اسلام کے مانند ہو ان کا ہدف اسلام اور اسلامی نظام کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکنا ہو تو ایسی صورت میں ان کی حرکت کو فاش کرنا چاہئے ان کے افراد و ارکان کا تعارف کرانا چاہئے تاکہ امنیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تخریبی حرکتیں انجام نہ دیں، جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا گیا قرآن مجید نے تین سو آیات کے ذریعہ منافقین کی افشا گری کرتے ہوئے ان کی تخریبی فعالیت کی نشاندہی کی ہے اور ان کی صفات کو بطور دقیق بیان کیا گیا ہے، نفاق کی تحریک اور منافقین جماعت کی افشا گری چند بنیادی فوائد رکھتے ہیں۔

۱۔ منافق جماعت کے ذریعہ فریب کے شکار ہوئے افراد خواب غفلت سے بیدار ہوکر حق کے دامن میں واپس آجائیں گے۔

۲۔ دوسرے وہ افراد جو تحریک نفاق سے آشنائی نہیں رکھتے وہ ہوشیار ہو جائیں گے اور اس کے خلاف موقف اختیار کریں گے ان کے موقف کی بنا پر حزب نفاق کے افراد کنارہ کش اور خلوت نشین ہو جائیں گے۔

۳۔ تیسرے منافقین کی جانی امنیت اور مالی حیثیت، افشا گری کی بنا پر خطرہ سے مواجه ہو جائیں گی اور ان کی فعالیت میں خاصی کمی واقع ہو جائے گی۔

**نفاق کے وسائل سے مقابلہ**

منافقین سے مقابلہ کے سلسلہ میں دوسرا نکتہ یہ ہے کہ نفاق کے وسایل و حربے نیز ان کی راہ و روش کی شناخت ہے، پہلے منافقین کی تخریبی فعالیت کے وسایل اور اہداف کی شناخت ہونا چاہئے پھر ان سے مقابلہ کرنا چاہئے۔

نفاق کی شناخت کے لئے ضروری ترین امر، ان کی سیاسی و ثقافتی فعالیت کی روش اور طریقہ کی شناسائی ہے، یہ شناخت نفاق ستیزی کے لئے بنیادی رکن کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے کہ جب تک دشمن اور اس کے وسایل و حربے شناختہ شدہ نہ ہوں تو مبارزہ و مقابلہ کی بساط کہیں کی نہیں ہوتی ہے۔

یہاں پر وسائل نفاق سے مقابلہ و مبارزہ کے لئے چند اساسی و بنیادی طریقہ کو بیان کیا جا رہا ہے، البتہ دشمن کے ہجومی اور ہر قسم کے تخریبی حملے سے مقابلہ کے لئے کچھ خاص طریقہ کار کی ضرورت ہے کہ جس کا یہاں احصا ممکن نہیں۔

### (۱) صحیح اطلاع فراہم کرنا

اس سے قبل اشارہ کیا جا چکا ہے کہ منافقین کا ایک اور حربہ و وسیلہ افواہ کی ایجاد ہے، اس حربہ سے مقابلہ کے لئے بہترین طریقہ کار صحیح اور موقع سے اطلاع کا فراہم کرنا ہے، افواہ پھیلانے والے افراد، نظام اطلاعات کے خلاء سے فائدہ اٹھاتے ہوئے افواہوں کا بازار گرم کرتے ہیں، اگر اخبار و اطلاعات بہ موقع، صحیح اور دقیق، افراد و اشخاص اور معاشرے کے حوالہ کی جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ افواہ و شایعات اپنے اثرات کھو بیٹھیں گے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں حاکموں پر عوام کے حقوق میں سے ایک حق، ملک کے حالات سے عوام کو آگاہ کرنا بتاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

((ألا و انّ لكم عندي ان لا احتجز دونكم سرّاً الا في حرب ((٢٦٨))

یاد رکھو! مجھ پر تمہارا ایک حق یہ بھی ہے کہ جنگ کے علاوہ کسی بھی موقع پر کسی راز کو تم سے چھپا کر نہ رکھوں۔

مذکورہ کلام میں جنگ کے مسائل و فوجی و نظامی اسرار کا ذکر کسی خصوصیت کا حامل نہیں، صرف ایک نمونہ کا ذکر ہے، نظامی اسرار اور اطلاعات کے سلسلہ میں عدم افشا کا معیار معاشرہ اور حکومت کے لئے ایک مصلحت تصور کرنا چاہئے، لہذا اسی اصل پر توجہ کرتے ہوئے اور اموی مشیزی کی افواہ سازی کے حربہ کو ناکام بنانے کے لئے آپ نے جنگ صفین کے اتمام کے بعد مختلف شہروں میں خطوط بھیجے اور ان خطوط میں جنگ صفین کے تمام تفصیلات بیان کئے، معاویہ اور اس کے افراد کی جنگ طلبی کی وجہ اور علت کو تحریر فرمایا اور دونوں گروہ کے مذاکرات کی تفصیل بھی مرقوم فرمائی ۲۶۹

امام علیہ السلام کے خطوط بھیجنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ امام پیش بینی کر رہے تھے کہ معاویہ اور اس کے افراد افواہوں کا بازار گرم کریں گے مسلمانوں کے درمیان مسموم تبلیغ کے ذریعہ، عمومی افکار کی تخریب کرتے ہوئے علوی حکومت کے خلاف عوام کو ورغلائیں گے لہذا امام نے پہل کرتے ہوئے سریع اور صحیح اطلاعات فراہم کرتے ہوئے لوگوں کے افکار اور قضیہ کے ابہامات روشن کر دیئے۔

مذکورہ مقام کے علاوہ بہت سے ایسے موارد نہج البلاغہ میں پائے جاتے ہیں کہ جس میں حضرت نے مختلف مواقع پر حکومتی امور کی گزارش عوام کے سامنے پیش کی ہے، اور اس عمل کے ذریعہ بہت سی افواہ و شایعات کو وجود میں آنے سے روک دیا ہے۔

(۲) شبہات کی جواب دہی اور سیاسی و دینی بصیرت کی افزائش

شبہ کا الفا ایک دوسری روش ہے جس کے ذریعہ منافقین سوء استفادہ کرتے ہیں، منافقین کے شبہات کا منطقی اور بر محل جواب دے کر ان کو خلع سلاح کرتے ہوئے اثرات کو زائل کیا جاسکتا ہے۔

شبہات کے جواب میں منطقی استدلال پیش کرنا ایک، مکتب فکر کے قدرت مند اور مستحکم ہونے کی اہم ترین علامت ہے، بحمد اللہ اسلام کے حیات بخش آئین کو عقل قوی اور فطرت کی پشت پناہی حاصل ہے، اہل نفاق کے اس حربہ سے مقابلہ کرنے کے لئے لازم ہے کہ اسلامی مکتب فکر سے عمیق آشنائی رکھتے ہوئے ایجاد کردہ شبہات کی شناسائی اور ان کے شبہات کو حل کرتے ہوئے ان کو گندے عزائم کی تکمیل و تحصیل سے روکنا چاہئے۔

انسان حق پزیر فطرت و خصلت کے حامل ہیں اگر ہم حق کی صورت کو شفاف پیش کرنے کی کوشش کریں تو وہ حق کے مقابل تسلیم ہوسکتے ہیں، خصوصاً نوجوان افراد جن کے یہاں شناخت کے موانع کمتر اور حقیقت پیدا کرنے کی خواہش شدید تر ہے، وہ حق کو جلد ہی درک کر لیتے ہیں اور حق کے مقابل خاضع ہوجاتے ہیں روایات میں جوانی کے زمانہ کو بالیدگی فکر اور بلند ہمتی کا زمانہ کہا گیا ہے اور تاریخی شواہد بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے افراد بنی اسرائیل سے جوان ہی تھے پیامبر عظیم الشان نے بعثت کے آغاز میں، مکہ کے سخت شرائط میں اکثر جوانوں کو ہی اسلام کی طرف جذب کیا تھا۔

دوسرا اصول اور بنیادی طریقہ جو شبہ کے انعقاد کو روکنے میں مفید ہے سماج و معاشرہ کی سیاسی و دینی بصیرت کو زیادہ سے زیادہ ارتقاء دیا جائے، اگر تمام افراد اچھی طرح سے دین کی شناخت و پہچان رکھتے ہوں اور ان کے اندر شبہات کی تنقید و تحقیق کی صلاحیت بھی ہو تو منافقین کبھی بھی الفا شبہ کے ذریعہ اہل اسلام کو شک میں نہیں ڈال سکتے ہیں، اور ان کی سازش ابتدائی ہی منزل پر ناکام ہوکر رہ جائے گی۔

اگر معاشرے کے تمام افراد سیاسی بصیرت کے حامل ہوں اور سیاسی حوادث کی تحقیق و تحلیل کی توانائی بھی رکھتے ہیں تو منافق کبھی بھی اپنی سازش و فتنہ گری کے ذریعہ لوگوں کو فریب دینے میں کامیاب نہیں ہوسکتے ہیں،

اگر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ معرکہ صفین میں جنگ کرنے والے سیاسی بصیرت کے حامل ہوتے تو قرآن کو نیزہ پر بلند کئے جانے والے حیلہ اور حربے سے شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہوسکتے تھے اور معاویہ کی فوج نفاق کے ذریعہ جنگ کو متوقف نہیں کرسکتی تھی۔

معاشرے کے افراد کی دینی و سیاسی بصیرت کی ارتقاء، نفاق اور اس کے مختلف وسایل سے مبارزہ اور مقابلہ کے لئے سب سے بنیادی طریقہ ہے معاشرے

میں اگر کافی مقدار میں صاحبان بصیرت کا وجود ہوتو، منافقین کے مختلف حیلہ و مکر کو خنثی اور ناکام بنایا جاسکتا ہے۔

### (۳) اتحاد و وحدت کا تحفظ

مسلمانوں کے درمیان تفرقہ و چند احزاب و گروہ کی ایجاد، منافق جماعت کا اصلی حربہ ہے، اس تحریک نفاق سے مقابلہ کرنے کا طریقہ اسلامی معاشرت کی حریم اور اس کی وحدت کی حفاظت کرنا ہے، اگر اہل اسلام خدا محوری کی بنیاد پر حرکت کریں، خود محوری کو ترک کر دیں، یقیناً منافقین کا تفرقہ اندازی کا حربہ اپنا اثر کھو بیٹھے گا اسلام کا دستور حبل خدا کو مضبوطی سے تھامنے اور تفرقہ سے جدا رہنے کا ہے۔

دین اور احکام اسلامی کی حاکمیت کو دل و جان سے قبول کرنا، اسلامی اخلاق و آداب سے خود کو آراستہ کرنا اور خواہشات نفسانی کی پیروی سے پرہیز کرنا وغیرہ ایسے اسباب ہیں کہ جس کی وجہ سے ایک متحد سماج اور منظم معاشرہ عالم ظہور میں آسکتا ہے، جب تک اسلامی معاشرے و سماج میں اتحاد وحدت کی صوفشانی رہے گی ہرگز اسلام کے مخالفین حتی منافقین اپنے اہداف و مقاصد میں ظفر یاب نہیں ہوسکتے ہیں۔

وحدت و اتحاد کی حفاظت، اختلاف کو ختم کرنے کی جد و جہد قابل قدر و اہمیت کی حامل ہیں، لہذا ہر فرد کا وظیفہ بنتا ہے کہ اپنی توانائی کے اعتبار سے اس کی کامیابی کے لئے سعی و کوشش کرے۔

پیامبر عظیم الشان اکثر موارد میں خود حاضر ہوکر افراد اور قبائل کے مابین اختلاف اور ان کی آپسی دشمنی کو حل و فصل کراتے تھے ان کو دوستی مساوات اور اسلامی اقدار پر گامزن رہنے کے لئے نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

### منافقین سے قاطعانہ برتاؤ

منافقین سے مقابلہ کا ایک اور طریقہ ان کے ساتھ قاطعانہ برتاؤ اور غیر مصلحت آمیز سلوک ہے، جب تک منافقین کی جد و جہد قیل و قال کے مرحلہ میں ہے اسلامی نظام کو روشن فکری کے ذریعہ سے مقابلہ کرنا چاہئے لیکن جب منافقین تخریبی اعمال و حرکات انجام دینے لگیں تو شدت و قوت سے مقابلہ ہونا چاہئے۔

خداوند عالم آخرت میں منافقین سے قاطعانہ برتاؤ کا اعلان کرتے ہوئے صاحبان ایمان کو بھی ویسے ہی برتاؤ کرنے کا سبق سکھاتا ہے۔

(ان المنافقین فی الدرك الا سفل من النار (۲۷۰)

بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

اسی بنا خداوند متعال قرآن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرما رہا ہے:

(یا ایہا النبی جاهد الکفار والمنافقین واعلظ علیہم (۲۷۱)

پیامبر! آپ کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔

کفار کے مقابلہ میں جہاد کا طریقہ کار آشکار ہے، یہ جہاد ہر زاویے سے ہے بالخصوص مسلحانہ ہے، لیکن منافقین سے جہاد کا طور و طریقہ مورد بحث ہے اس لئے کہ یہ بات مسلم ہے کہ پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین سے مسلحانہ جنگ نہیں کی تھی۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

((ان الرسول الله لم يقاتل منافقاً)) (۲۷۲)

رسول خدا نے منافق سے جنگ نہیں کی تھی۔

منافقین سے جہاد نہ کرنے کی دلیل بھی واضح ہے اس لئے کہ منافقین ظواہر اسلام کا اظہار کرتے تھے لہذا تمام اسلامی آثار و فوائد کے مستحق تھے، گرچہ باطن میں وہ اسلامی آئین کی خلاف ورزی کرتے تھے اسلام کے اظہار کرنے والے سے، کسی کو غیر اسلامی رفتار کرنے کا حق نہیں یعنی منافق کے ساتھ وہ سلوک نہیں ہونا چاہئے جو غیر اسلام (کافر) سے کیا جاتا ہے۔

پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کسی منافق نے علی الاعلان اسلام کی مخالفت میں پرچم بلند نہیں کیا تھا لہذا پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مسلحانہ جنگ انجام نہیں دی تھی۔

لہذا قرآن میں منافق سے جہاد کے دستور کے معنی و مفہوم کو جنگ و جہاد کی دوسری اشکال سے تعبیر کرنا ہوگا جو غیر مسلحانہ ہو، جیسے ان کی سرزنش و توبیخ کرنا مذمت و تہدید سے پیش آنا، رسوا اور ذلیل کرنا وغیرہ شاید "واعلظ علیہم" کا مفہوم بھی ان ہی قسم کے برتاؤ پر صادق آتا ہے۔

البتہ یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ جب تک منافقین کے اندرونی اسرار اور خفیہ پروگرام آشکار نہ ہوں نیز ان کی تخریبی حرکات سامنے نہ آئے تب تک وہ اسلامی احکام کے تابع ہیں لیکن جب ان کے باطنی اسرار فاش ہوں اور یہ واضح ہوجائے کہ اسلام و اسلامی نظام کے سلسلہ میں تخریبی اعمال انجام دینا چاہتے ہیں تو ان کو سر کوب کرنا ضروری ہے خواہ مسلحانہ طریقہ ہی کیوں نہ اپنانا پڑے۔

بہر حال بنی امیہ کی منافق جماعت کے ارکان اور اس کے سرغنہ معاویہ سے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا برتاؤ اور رویہ مذکورہ آیت کا بہترین مصداق ہے۔

جب تک منافقین کا طرز عمل سخن و گفتگو تک محدود تھا آپ نے کوئی فوجی کارروائی نہیں کی بلکہ صرف گفت و شنود اور مذاکرات کے ذریعہ مسئلہ کا حل تلاش کرتے رہے لیکن جب نفاق حرف و کلام سے آگے بڑھ گیا اور حرب و جنگ کی نوبت آگئی تو آپ قاطعانہ و قہر آمیز برتاؤ سے پیش آئے۔

آپ نے اپنی گفتگو و خطبات کے ذریعہ ان کے افکار و نظریات کو مسمار اور مسلحانہ اقدام کے ذریعہ ان کو ہمیشہ کے لئے ذیل و رسوا کرکے رکھ دیا۔

(و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین اللهم صل علی محمد وآلہ الطاہرین۔)

**مصادر و مآخذ**

- ۱- قرآن کریم
- ۲- نهج البلاغه
- ۳- الاحتجاج: مرحوم طبرسی
- ۴- اسدا الغاب: ابن اثیر
- ۵- الاصابة: ابن حجر عسقلانی
- ۶- اصول کافی: مرحوم کلینی
- ۷- اعلام الوری: طبرسی
- ۸- الامام الصادق والمذاهب الاربعه: اسد حیدر
- ۹- بحار الانوار: علامه مجلسی
- ۱۰- تاریخ الامم والرسل: طبرسی
- ۱۱- تفسیر قرآن: قرطبی
- ۱۲- تفسیر نمونہ: مکارم شیرازی و همکاران
- ۱۳- تفسیر سورہ توبہ و منافقون: جعفر سبحانی
- ۱۴- تفسیر المنیر: دکتر و ہبۃ زحیلی
- ۱۵- تصنیف غررالحکم: دفتر تبلیغات اسلامی قم
- ۱۶- جاذبہ و دافعہ امام علی علیہ السلام: شہید مطہری
- ۱۷- حدیث الافک: سید جعفر مرتضیٰ
- ۱۸- خصال: شیخ صدوق
- ۱۹- الدر المنثور: جلال الدین سیوطی
- ۲۰- رسالت خواص و عبرتہای عاشورا: سید احمد خاتمی
- ۲۱- سفینۃ البحار: شیخ عباس قمی
- ۲۲- سیرہ: ابن ہشام
- ۲۳- شرح نہج البلاغہ: ابن ابی الحدید
- ۲۴- شرح نہج البلاغہ: مرحوم خوئی

- ۲۵- شیخ فضل الله نوري و مشروطیت: رویارویی دو اندیشه: مهدي انصاری
- ۲۶- العقد الفريد: ابن عبد ربہ اندلسی
- ۲۷- الغارات: ابو اسحاق ابراهيم بن محمد
- ۲۸- غرر الحکم
- ۲۹- فتوح البلدان: بلاذری
- ۳۰- فروغ ابدیت: جعفر سبحانی
- ۳۱- قاموس الرجال: تستری
- ۳۲- کلمات قصار، پندها و حکمتها، گزیده سخنان امام خمینی (رح)
- ۳۳- لسان العرب: ابن منظور
- ۳۴- مجمع البیان: طبرسی
- ۳۵- مجموعه ورام
- ۳۶- المحجة البيضاء: فیض کاشانی
- ۳۷- مروج الذهب: مسعودی
- ۳۸- مساله نفاق: شهید مطهری
- ۳۹- مستدرک الوسائل: محدث نوری
- ۴۰- المصباح المنیر: فیومی
- ۴۱- ملل و نحل: شهرستاتی
- ۴۲- منشور جاوید قرآن؛ جعفر سبحانی
- ۴۳- مواهب الرحمن: سید عبد الاعلی سبزواری
- ۴۴- میزان الحکمه: محمد ری شهری
- ۴۵- نظریه المعرفة: جعفر سبحانی
- ۴۶- النهایة: ابن اثیر
- ۴۷- نهضت‌های اسلامی در صد سال اخیر: شهید مطهری
- ۴۸- نور الثقلین: جمعة العروسی الحویزی

۲۶۵. میزان الحکمة، ج ۷، ص ۱۴۵۔

۲۶۶. نہج، البالغہ، خطبہ ۱۴۰، خطبہ طولانی ہونے کی بنا پر عربی عبارت نقل کرنے سے صرف نظر کیا گیا۔

۲۶۷. نہج البلاغہ، نامہ ۵۳۔

۲۶۸. نہج البلاغہ، نامہ ۵۰۔

۲۶۹. نہج البلاغہ، نامہ ۵۸۔

۲۷۰. سورہ نساء/۱۴۵۔

۲۷۱. سورہ توبہ/۷۳، سورہ تحریم/۹۔

۲۷۲. مجمع البیان، ج ۱۰، ص ۳۱۹۔